ماہنامہ

# المرشد

اللہ
رسول
محمد

عَنْ عَبْدَاللّٰہِ بْنِ شَفِیْق قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَامِنْ اٰدمِیّ
اِلَّاوَلِقَلْبِہٖ بَیْتَانِ فِیْ اَحَدِ ھِمَا الْمَلَکُ وَ فِی الْاٰخِرِ الشَّیْطَانُ فَاِذَاذَکَرَاللّٰہ خَنَسَ
وَاِذَالَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ وَضَعَ الشَّیْطَانُ مِنْقَارَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ فَوَسْوَسَہٗ لَہٗ. (ابن ابی شیبہ)

’’عبداللہ بن شفیق حضور نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہر آدمی کے قلب کے ایک حصے پر فرشتہ متعین ہے۔ایک حصے پر شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے پیچھے چھپ جاتا ہے۔ جب وہ ذکر نہیں کرتا شیطان اپنی سونڈ اس کے قلب میں رکھ دیتا ہے اور اس میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے‘‘

تعلیم و تعلم، دین کی بات، اللہ کی بات، حضورؐ کی بات کرنا ہی مقصد ہے کہ اس کے کرنے سے اعتکاف میں مزید چمک اور نورانیت آتی ہے۔

حضرت شیخ المکرم
**امیر محمد اکرم اعوان** مدظلہ العالی

اگست 2012ء
رمضان المبارک/
شوال 1433ھ

# تصوف

## شرح صدر اور قساوت قلبی

آج معاشرے کا ہر فرد پرسکون اور اچھی زندگی کی تلاش میں ہے اور اپنی جائز خواہشات کو پورا کرنے کے درپے بھی۔ دوسروں کا حق مار کر اپنے مفادات حاصل کرنا زندگی کا حاصل بن چکا ہے آخرت کی جواب دہی پر یقین ختم ہوتا جاتا ہے۔ منصفوں کو مظلوموں کی چیخیں سنائی نہیں دیتیں اور اقتدار والوں کو عوام کے دکھ دکھائی نہیں دیتے۔ یہ عالم ایک عام گھر سے لے کر حکومتی سطح تک دکھائی دیتا ہے۔ اسلامی طرز حیات اپنانا اُنہیں مشکل کام اور زنجیروں میں جکڑنے جانے کے برابر محسوس ہوتا ہے، جس پر عمل کر کے ہی وہ اپنے اور دوسروں کے لیے سراپا سلامتی بن سکتے ہیں۔ قرآن حکیم سورہ الزمر میں انسان کے دو حال اس طرح بیان فرماتا ہے، ''وہ شخص اپنے رب کی طرف سے نور پہ ہے، جس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا گیا اور بڑی بدبختی ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دل سخت ہو گئے۔'' یہ لوگ بہت بڑے نقصان میں ہیں۔ بڑا گھاٹے کا سودا کر رہے ہیں برائی کرتے ہیں اور انہیں بُری نہیں لگتی نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی دوسروں کے حقوق مارتے ہیں اور انہیں ان کے درد کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ کس لیے ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتے۔ گویا قرآن حکیم کے مطابق انسان کی دونوں حالتیں شرح صدر (نیکی اور اچھائی کے لیے سینہ کھل جانا) اور قساوت قلبی (دل کا سخت ہونا، برائی اچھی لگنا اور نیکی سے دوری) منحصر ہیں ذکر اسم ذات پہ۔ ذاکر دل کو شرح صدر نصیب ہوتا ہے اور ذکر اللہ نہ کرنے والے والے کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہر مومن کو قساوت قلبی سے محفوظ رکھے اور شرح صدر عطا فرمائے آمین۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم کسی اللہ والے کا دامن تھام کر ذکر الٰہی کو اپنے قلب میں سمو لیں۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

# ماہنامہ المرشد

اگست 2012ء رمضان/شوال ۱۴۳۳ھ

| | |
|---|---|
| جلد نمبر 33 | شمارہ نمبر 12 |
| مدیر | محمد اجمل |
| سرکولیشن منیجر: | محمد اسلم شاہد |

قیمت فی شمارہ 45 روپے

PS/CPL#15

## فہرست


| | | |
|---|---|---|
| اقوالِ شیخ | انتخاب | 2 |
| اداریہ | ابوالاحمدین | 3 |
| طریقہ ذکر | | 4 |
| اعتکاف اور روزے کا مقصد | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 5 |
| اسلام کی بیٹیاں | اُمِ فاران | 11 |
| مسائل السلوک | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 18 |
| محاسن زکوٰۃ | حفیظ الرحمن | 22 |
| اکرم التفاسیر | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 25 |
| من الظلمات الی النور | سلطان احمد......انڈیا | 33 |
| روح کی ام الامراض تکبر | سید اعجاز احمد شاہ بخاری | 35 |
| سیدنا ابوبکر صدیقؓ | ابوالاحمدین | 39 |
| Khuloos | Ameer Muhammad Akram Awan | 45 |
| Hayat-e-Javidan (CH: 17) | Abul Ahmadain Translation Naseem Malik | 48 |

### بدل اشتراک

| | |
|---|---|
| پاکستان | 500 روپے سالانہ |
| بھارت/سری لنکا/بنگلا دیش | 1200 روپے |
| مشرق وسطیٰ کے ممالک | 100 ریال |
| برطانیہ۔یورپ | 35 اسٹرلنگ پاؤنڈ |
| امریکہ | 60 امریکن ڈالر |
| فارایسٹ اور کینیڈا | 60 امریکی ڈالر |

www.owaisiah.com / www.naqashbandiahowaisiah.com

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 — ناشر عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد
17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔
Ph: 042-35182727
Fax: 042-35180381
E-mail: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200
Fax: 0543-5621198
E-mail: darulirfan@gmail.com

# اقوال شیخ

☆......اللہ کے احسانات کو یاد کرنا کامیابی کا راستہ ہے۔جذبۂ تشکر سے جذبۂ اطاعت پیدا ہوتا ہے۔

☆......جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے کائنات بنا کر اسے نیک لوگوں کے سپرد کر دیا ہے۔ہم نیکوں کی خدمت کریں گے تو وہ ہمارے کام کرتے رہیں گے۔یہ شرک کی ایک قسم ہے۔

☆......جس طرح کوئی ایسی منزل نہیں کہ جہاں عبادات ساقط ہو جائیں اسی طرح صوفی کی کوئی ایسی منزل نہیں کہ اس سے معمولات چھوٹ جائیں یا لطائف کی ضرورت نہ رہے۔

☆......دنیا و آخرت کی کامیابی کی سند یہ ہے کہ خلوص دل کے ساتھ شریعت مطہرہ پر عمل کیا جائے۔

☆......یقین و اعتماد تصوف کی بنیاد ہے۔مجاہدہ اس کا زادِ راہ ہے۔اس سلسلے میں جو آئے وہ امتحان لینے کے لئے نہیں اپنی اصلاح کے لئے آئے اور اپنے کام پر توجہ رکھے۔

☆......بزرگوں سے یا ان کی صحبت سے یہی فائدہ ہوتا ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جاتا ہے اور غیر اللہ سے امیدیں چھوڑ کر اپنی امیدیں اللہ کریم سے وابستہ کر لیتا ہے۔

☆......جس کے دل میں سچی طلب پیدا ہو جائے،اس کا سینہ اللہ اسلام کے لیئے کھول دیتے ہیں۔

☆......جہاں کی ہر ٹوٹ پھوٹ کسی نئی تعمیر کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

# اداریہ

## اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سیکولر سیاست

ہمارے ہاں ''سیکولر'' کی اصطلاح روشن خیالی کی علامت ہے اور ہر وہ شخص یا پارٹی جو خود کو سیکولر کہلاتی ہے، مغرب کے نزدیک انتہائی پسندیدہ ہے۔ سیکولر سیاست کو بآسانی ''لادین سیاست'' یا ''کفریہ سیاست'' بھی کہا جا سکتا تھا جس پر کئی سیاسی حلقوں کی جانب سے شدید اعتراض کیا جاتا' اسی لئے اداریہ کے عنوان میں سیکولر کو بعینہٖ لکھا گیا ہے۔

دین زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور کسی ایک جزو کا انکار پورے دین کا انکار ہے جبکہ سیکولر سیاست حکومتی نظام' طریق انتخاب' پارلیمنٹ' قانون سازی اور اجتماعی زندگی کے اکثر شعبوں کو دین سے جدا تصور کرتی ہے۔ خلیفۃ الرسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف زکوٰۃ کا انکار کرنے پر اسے کفر قرار دیتے ہوئے منکرین زکوٰۃ سے جہاد کیا جبکہ یہ منکرین بقیہ دین کو تسلیم کرتے تھے۔ یہی معاملہ سیکولر سیاست کا بھی ہے جو اسلام کے شورائی نظام کی مکمل نفی ہے جس کی بنیاد قرآنِ حکیم کی سورۃ ''الشوریٰ'' ہے۔

اس وقت پاکستان مکمل طور پر سیکولر سیاست کی گرفت میں ہے اور الیکشن کی شنید کے ساتھ ساتھ یہ گرفت اور بھی مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ کبھی کسی نے یہ سوچا کہ وہ تمام سیاسی جماعتیں جو خود کو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ سیکولر کہلاتی ہیں' ہر بڑے قومی ایشو پر اشتراک کا مظاہرہ کیوں کرتی ہیں؟ ہم افراد کی نہیں' نظریہ کی بات کر رہے ہیں اور اس حقیقت سے انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے کہ الکفر ملۃ الواحدہ! تمام کا تمام کفر ایک ہی جنس ہے۔ سیکولرازم یا لادینی سیاست کے سایہ تلے پنپنے والے باہم اتحاد کا ہی مظاہرہ کریں گے اور یہی چیز پاکستان کی سیاست کا جزو لاینفک بن چکی ہے۔

پوری قوم اس حقیقت کو سمجھتی ہے لیکن اگر کوئی نہیں سمجھتا یا دانستہ اغماض برت رہا ہے تو ہماری وہ جماعتیں ہیں جن کے ساتھ کسی نہ کسی طور اسلام کا نام بھی آویزاں ہے۔ مزید حیرانی اس بات پر ہوتی ہے کہ ان میں سے بعض جماعتیں سیکولر قوتوں کے ساتھ اشتراک کا مظاہرہ بھی کرتی ہیں لیکن دین کے ان نام لیواؤں میں باہم شدید افتراق پایا جاتا ہے۔ مغربی استعمار پاکستان میں اپنے تسلط کو مضبوط کرنے کے لئے یہی حربہ اپنا رہا ہے لیکن ہماری نیم دینی اور نیم سیاسی جماعتیں یا جنہیں ہم مروجہ اصطلاح میں دائیں بازو کی جماعتیں کہتے ہیں' باہم اشتراک عمل سے محروم ہیں اور ان میں سے اکثر سیکولر سیاست کی چھتری تلے سایۂ عافیت تلاش کرتی ہیں۔ اگر سیکولر سیاست اسلامی نظام کی ضد ہے اور اسے لادینی یا کفریہ سیاست کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو ان سیکولر جماعتوں کے ساتھ اپنے اس اشتراک کو آپ کیا کہیں گے؟ آئندہ آپ کس کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیں گے؟ محض شخصی اختلافات پر الگ راہیں اپناتے ہوئے پاکستان میں سیکولر سیاست کے استحکام کا ذریعہ نہ بنیں جو آپ کا صرف قومی جرم ہی نہیں' دینی تقاضوں سے بھی انحراف ہوگا۔ انجام کار آپ کس پلڑے کو مضبوط کریں گے' اللہ تعالیٰ کے حضور اسی نتیجہ کے مطابق اپنے محاسبہ کے لئے بھی تیار رہیں۔

ابوالاحمدین

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذات باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

# طریقہ ذکر

## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

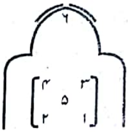


### چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

### ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

# اعتکاف اور روزے کا مقصد

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

28-8-2011

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:185)

رمضان المبارک کے مہینے کی یہ فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کا پاک نزول ہوا۔ قرآن پاک کی تعریف یہ ہے ھُدًی لِّلنَّاسِ ساری انسانیت کے لئے راہ ہدایت ہے۔ ساری انسانیت کے لئے باعث ہدایت ہے۔ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ اور واضح ہدایت ہے یعنی کسی کو کوئی غلط فہمی نہیں رہتی وَالْفُرْقَانِ۔ حق اور باطل کو جدا جدا کر دیتا ہے۔ نزول قرآن کے سبب اس ماہ مبارک کو بہت فضیلت ملی۔ تمام مہینوں سے افضل قرار دیا گیا پھر اللہ کریم نے اس میں روزے فرض فرما دیئے اور فرمایا یہ صرف اس امت پر نہیں ہیں کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (البقرہ:183) تم سے پہلی قوموں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔

روزے کا مقصد کیا ہے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے خزانوں میں، غذا کی کوئی کمی ہوگئی ہے اور ایک مہینہ روزے رکھوا کے کوئی بچت کرانا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ رمضان المبارک میں ہر گھر کا خرچہ بڑھ جاتا ہے اور افطار و سحر پر پہلے کی نسبت زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ روزے کا مقصد یہ ہے کہ جو نزول قرآن ہوا ہے لوگ اسے، اس کی برکات کو وصول بھی کریں اور جذب بھی کریں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جب وحی نازل ہوتی تھی وہ وحی الٰہی کو سنتے اور صرف سنتے ہی نہیں لفظ بلفظ قبول کرتے رہے اور وہی کرتے رہے جو وحی میں ارشاد فرمایا جاتا تھا۔ اس سے سر مو دائیں بائیں نہیں ہوتے تھے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ ان کے وجود گو انسانی اور بشری ہوتے ہیں لیکن فرشتے سے زیادہ لطیف تر اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ وحی وجودوں میں جذب ہوتی اور وجود وحی کے احکام سے باہر نکلنے کا سوچتا بھی نہیں۔ مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ جب سب حیلے کر کے تنگ آگئے تو آخری حیلے کے طور پر انہوں نے کہا کہ اگر آپ اس نئے مذہب سے دولت جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہم اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ عرب میں کسی دوسرے کے پاس اتنی دولت نہ ہو۔ اگر آپ اس سے اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو عرب کا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر آپ اس سے کوئی حسین و جمیل خاتون حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کسی حسینۂ عرب کا آپ نام لیں ہم سے جو حیلہ بن پڑا وہ خاتون ہم آپ کے لئے حاصل کر لیں گے لیکن آپ یہ مذہب چھوڑ دیں۔ انہوں نے کہا آپ اللہ کو جس طرح مانتے ہیں، مانتے رہیں، جس طرح عبادت کرتے ہیں کرتے رہیں، ہمارے بتوں کو غلط کہنا چھوڑ دیں، ہمیں ہمارا کام کرنے دیں۔ ہمارے مذہب کو، ہمارے طریقے کو غلط نہ کہیں۔ ہمارے بتوں کو غلط نہ کہیں۔ آپ اپنا مذہب بھی کرتے رہیں۔ آپ ﷺ کا جواب عالی تھا کہ اگر میرے دائیں ہاتھ

پر سورج اور بائیں پر چاند لا کر رکھ دو پھر بھی میں وہی کروں گا جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے۔ مجھے وہی کرنا ہے جو مجھ پر وحی ہوتا ہے یعنی اس طرح انبیاء علیہم السلام کی فطرت سلیمہ ہوتی ہے۔ حق کے لئے مزاج عالی اتنا مضبوط ہوتا ہے اور بدن بھی لطیف تر ہوتا ہے کہ وحی الٰہی کو بعینہٖ جذب کرتا ہے اور اسی کے مطابق سوچتا بھی ہے اور اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ تکلیفیں آئیں، دکھ آئیں، مصیبتیں آئیں، دنیا کی مخالفت سہنا پڑے، کچھ ہو جائے، جانیں دینا پڑیں۔ انبیاء علیہم اسلام شہید ہو گئے، ظلماً قتل ہو گئے لیکن وحی الٰہی سے کسی نے سر مو انحراف نہیں کیا۔ انبیاء کی عظمت تو تخلیقی طور پر ہوتی ہے۔ اب عام آدمی کیا کرے؟ فرمایا ایک مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا ہے، جس میں نزول قرآن کی ابتداء ہوئی ہے۔ اس مہینے میں ابلیس اور اس کے پیروکار، جن، اس کی اولاد، چھوٹے بڑے سب شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، آواز لگائی جاتی ہے، ہے کوئی اللہ کی رحمت کا طلبگار؟ انسان سحری سے افطاری تک کھانا پینا اور دوسرے امور روک کر اوصاف ملکوتی حاصل کرتا ہے۔ فرشتے کی صفت ہے وہ کھاتا نہیں، پیتا نہیں، فرشتے کی صفت ہے وہ فضول بات نہیں کہتا لیکن کسی کی فضول بات سنتا نہیں، کوئی فضول کام نہیں کرتا۔ سوائے اطاعت الٰہی کے، جو حکم ہوتا ہے اسے بجالانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرتا جو امر ہوتا ہے وہ کرتا ہے۔

تو رمضان المبارک کے انتیس یا تیس دن بندہ روزہ رکھتا ہے۔ اب روزہ صرف پیٹ کا نہیں ہے کہ پانی نہیں پیا، کھانا نہیں کھایا، ہر عضو کا روزہ ہے۔ آنکھ کا روزہ ہے کہ بے حیائی نہ دیکھے۔ کان کا روزہ ہے کہ غلط بات نہ سنے۔ زبان کا روزہ ہے کہ کوئی غلط لفظ نہ بولے۔ دل کا روزہ ہے کہ غلط باتیں نہ سوچے۔ بھوکا پیاسا رہ کر اپنے اندر فرشتے جیسی صفات پیدا کرتا ہے، کس لئے؟ اس لئے کہ وحی الٰہی اس کے دل میں جذب ہو، اس کے دل میں اترے اور اسے توفیق ہو کہ جب وہ رمضان کی تربیت سے باہر نکلے تو ایک بدلا ہوا انسان ہو جس کا کردار وحی الٰہی کے مطابق ہو۔ جسے اس کے خلاف بات پسند ہی نہ آئے۔ اس کے خلاف بات سننا، بات کرنا، پسند نہ کرے۔ پھر اس پر مزید انعام فرمایا، اعتکاف کی سعادت عطا کی۔ نبی کریم ﷺ فرضیت رمضان کے بعد ہر سال اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور اعتکاف میں آپ ﷺ کا شغل مبارک یہ ہوتا تھا کہ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے۔ آج بھی ہوتا ہے اسے 'دور' کہتے ہیں۔ دو حافظ بیٹھ جاتے ہیں ایک منزل پڑھتا ہے، دوسرا سنتا ہے پھر دوسرا پڑھتا ہے، پہلا سنتا ہے۔ اس طرح باری باری کر کے پورا قرآن ایک دوسرے سے سنتے ہیں۔ حضور ﷺ دور فرماتے تھے جبرائیل امین کے ساتھ۔ وہ حاضر خدمت ہو جاتے وہ پڑھتے، حضور ﷺ سنتے۔ حضور ﷺ پڑھتے، جبرائیل امین سنتے۔ ہر رمضان کے اعتکاف میں حضور ﷺ دور فرمایا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی آواز تمام صحابہ کرامؓ سنا کرتے تھے، آپ آواز سے پڑھتے تھے۔ آخری رمضان المبارک جو حیات طیبہ کا ہے اس میں حضور ﷺ نے دو مرتبہ قرآن ختم فرمایا تا کہ سب لوگ سن لیں۔ جو قرآن کریم آج ہمارے پاس ہے، جس پر زیر زبر، جزم پیش لگا دیئے گئے ہیں یہ عین اس قرآن کے مطابق ہے جو حضور ﷺ نے آخری رمضان میں تلاوت فرمایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس تلاوت پہ جمع کر دیا اور اس پر زیر زبر نہیں ہوتے تھے۔ عرب زبان کے ماہر تھے بغیر زیر زبر کے پڑھا کرتے تھے۔ ہم لوگ اردو کو بغیر زبر زبر کے پڑھ لیتے ہیں۔ فارسی عربی ہم سے بغیر زیر زبر کے پڑھی نہیں جاتی لیکن اردو میں ہمیں کبھی زیر زبر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس طرح عرب عربی کو بغیر زیر زبر کے پڑھتے تھے۔ پھر حجاج بن یوسف کو یہ سعادت نصیب ہوئی تو اس

نے کہا غیر عرب کے لئے یہ مشکل ہوگا تو اس نے یہ زیر، زبر، پیش، جزم، مدوغیرہ اعراب لگوا دیئے۔

اعتکاف کیا ہے؟ اعتکاف ہے کہ جو محنت اوصاف ملکوتی کے حصول کے لئے رمضان المبارک میں کی جارہی ہے اس پر مزید اضافہ کر دیا جائے۔ مزید اضافہ کیا ہے؟ گھر سے نکل آئے، کاروبار سے لاتعلق ہو گئے، بیویوں سے الگ ہو گئے، اولاد کے مسائل الگ رکھ دیئے۔ تن تنہا ایک جان لے کر اللہ کے گھر مقیم ہو گئے اعتکاف کے نو یا دس دنوں کے لئے اور سوائے اللہ سے باتیں کرنے کے اور کوئی کام ہی نہیں۔ اب اعتکاف میں بہت سی رسومات آ گئی ہیں۔ پردے لگا دو، ایک بندے کو بند کر دو، پھر وہ پانی بھی مانگنا ہو تو چٹ لکھ کر مانگے۔ یہ ساری رسومات ہیں۔ اعتکاف میں جیسے میں نے عرض کیا حضور ﷺ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ بندہ تلاوت کرے، غیر ضروری بات نہ کرے، بات کرنے کے لئے بات نہ کرے، گپ لگانے کے لئے بات نہ کرے، دنیاداری کا کوئی کام یا اس پر بات نہ کرے، کاروبار کے بھاؤ یا نرخ نہ پوچھتا رہے، موبائل پہ گپیں نہ ہانکتا رہے بلکہ اعتکاف میں موبائل ہونا نہیں چاہیے، مسجد سے باہر ہونا چاہیے۔ ضروری بات نہ کرنا بھی مکروہ ہے کہ یہ مجھے گلاس پکڑا دو یا یہ کتاب مجھے دے دو۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ دینی باتیں کرے۔ قرآن پڑھے، قرآن پڑھائے۔ قرآن سمجھے، قرآن سمجھائے۔ دینی مسائل بیان کریں، جو علماء تشریف رکھتے ہیں وہ مسائل بتائیں دوسرے لوگ وہ سیکھیں۔ تعلیم و تعلم، دین کی بات، اللہ کی بات، حضور ﷺ کی بات کرنا ہی مقصد ہے کہ اس کے کرنے سے اعتکاف میں مزید چمک اور نورانیت آتی ہے، انوارات و تجلیات آتی ہیں۔ ضرورت سے، مثلاً وضو کے لئے یا رفع حاجت سے باہر جاتا ہے تو راستے میں کسی سے غیر ضروری بات نہ کرے، کسی سے ملنے نہ لگ جائے، کسی سے گپ شپ لگانے نہ لگ جائے، ناک کی سیدھ میں جائے، ناک کی سیدھ میں واپس آئے۔ دنیا کا نظام چلتا رہتا ہے۔ مرنے والے مرتے رہتے ہیں، پیدا ہونے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں بارش ہونی ہے، ہوتی ہے۔ جہاں دھوپ ہونی ہے، ہوتی ہے۔ جس درخت نے گرنا ہے، وہ گرتا ہے۔ جس پر پھل لگنا ہے وہ لگتا ہے دنیا کا نظام نہیں رکتا۔ معتکف کو خود کو اس سے الگ کرنا پڑے گا۔ جو ہوتا ہے ہوتا رہے اور اگر اتنا حوصلہ نہیں تو اعتکاف نہ کرے۔ فرض تو نہیں ہے، سنت ہے۔ اگر اعتکاف کرتا ہے تو پھر اس کی ساری شرائط پوری کرے۔ سنت اعتکاف بیس کی رات سے لے کر عید کے چاند کے نکلنے تک ہے۔ لیکن نفلی اعتکاف ایک گھنٹے، آدھے گھنٹے کا بھی ہو سکتا ہے، ایک دن، دو دن کا بھی ہو سکتا ہے۔ جب کوئی پہنچے، مسجد میں آئے، اعتکاف کی نیت کر لے۔ جتنی دیر فرصت ہے اتنی دیر بیٹھ کے ذکر اذکار کرے، تلاوت کرے، اللہ اللہ کرے۔ اتنی دیر کے اعتکاف کا اجر اللہ اسے بھی دے گا۔ اجر کیا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ بھی ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ بھی ایک ادھاری مزدوری ہے اس کا اجر مرنے کے بعد ملے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ ہر نیکی کا اجر نقد ملتا ہے اور جو بعد میں ملے گا وہ انعام ہوگا وہ مزید ہوگا۔ نیکی کا اجر کیا ہے؟ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرُ اللہ کی عبادت بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے۔ فوری اجر دنیا میں یہ ہے کہ بندے کے کردار کی اصلاح ہو جائے۔ یہ بہت بڑا انعام ہے، یہ بہت بڑا بدلہ ہے۔ اور کردار کی اصلاح تب ہوتی ہے جب عقیدہ درست ہو۔ ہوا میں عمارتیں نہیں بنائی جاتیں، بنیاد سے بنتی ہیں۔ بنیاد عقیدہ ہے، اعمال اینٹیں گارا ہیں جس پہ عمارت بنتی ہے۔ عبادت سے، ذکر اذکار سے، عقیدہ درست ہوتا ہے تو نتیجتاً اعمال درست ہو جاتے ہیں اور اگر کسی کو یہ نتائج نہیں ملتے تو اسے یہ سوچنا

ہوگا کہ میں نے کہاں کوئی کمی چھوڑ دی، کیا وجہ ہے کیوں اس پر یہ نتائج مرتب نہیں ہوئے؟ کیونکہ یہ نتائج تو اللہ کریم نے ارشاد فرمائے، اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمائے تو اگر مجھے حاصل نہیں ہوئے تو میرے عمل میں کوئی کمی ہے۔ جس پر یہ نتائج مرتب ہوئے ہیں۔ تو اس اعتبار سے یہ اللہ کریم کا احسان عظیم بھی ہے کہ زندگی میں اس نے رمضان المبارک بھی عطا فرمایا اور پھر اعتکاف کی سعادت بھی بخشی۔ اب اللہ کرے کہ ہم سے اس کی پابندی بھی ہو اور اس پر وہ ثمرات بھی مرتب ہوں یعنی رمضان ہے ہی اس لئے کہ اوصاف ملکوتی پیدا ہوں اور رمضان میں پھر مزید اعتکاف وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ (البقرہ:187) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کا اعتکاف مساجد میں ہوتا ہے، اعتکاف کے لئے مسجد میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ اور ایک اور رواج ہو گیا ہے کہ عورتیں بھی بستر باندھ کر مساجد کو چلی جاتی ہیں۔ کیا امہات المومنینؓ میں سے کسی نے مسجد نبوی میں اعتکاف کیا تھا؟ ہرگز نہیں! گھروں میں کرتی تھیں۔ صحابیاتؓ میں سے کسی نے عہد نبوی ﷺ میں یا عہد خلافت راشدہ میں مسجد میں اعتکاف کیا تھا؟ ہرگز نہیں! خواتین کا اعتکاف گھر پہ ہے۔ کسی کے پاس زیادہ کمرے ہیں تو ایک کمرہ مختص کر لے۔ ایک ہی کمرہ ہے کہ جس میں آنا جانا ہے تو جس طرح مسجد میں مردوں کو پردے لگا کے دیتے ہو یہ ان عورتوں کے لئے ہے جو اس کمرے میں اپنا الگ سا حصہ بنا کر بیٹھ جائیں۔ ان کے لئے گھر میں ایک ہی کمرہ ہے سب نے آنا جانا، بیٹھنا، سونا ہے تو اپنی چارپائی یا اپنے بستر کے گرد پردہ لگا کے اسے الگ کر لے۔ اور باقی جس کے پاس دس دس بیس بیس کمرے ہیں بڑے بڑے گھر ہیں، انہیں اس کی ضرورت نہیں وہ ایک کمرہ مختص کر لیں۔ اب یہ بھی رواج ہو گیا ہے کہ ہزاروں عورتیں بستر باندھ کر یہاں سے نکلتی ہیں اور لاہور جا کر اعتکاف بیٹھتی ہیں۔ یہ بھی دین کا مذاق ہے۔ ہاں جو اعتکاف کا انتظام کرتے ہیں ان کے پاس پیسے جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ فائدہ اس کا ہے فی کس روپے وصول کر لیتے ہیں، ان کو کافی بچت ہو جاتی ہوگی۔ شرعاً ان عورتوں کا اعتکاف ہوتا ہی نہیں جو گھر کو چھوڑ کر، اعتکاف جا کر بیٹھ گئیں۔ علمائے کرام تشریف فرما ہیں سب اس مسئلے کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔ عورت کا اعتکاف گھر پر ہے۔ ہم سے بھی ساتھیوں نے جو خواتین ذاکرہ ہیں انہوں نے پوچھا ہم اعتکاف کے لئے آئی ہیں۔ ہم نے کہا جی اعتکاف کرنا ہے تو گھروں میں کرو۔ ذکر اذکار اور ذکر قلبی ہی اوصاف ملکوتی کے حصول کا سب سے بڑا سبب ہے اگر آپ کو اللہ نے یہ نصیب فرمایا تو اوصاف ملکوتی کا تقاضا ہے کہ وحی الٰہی کا اتباع کیا جائے پھر آپ وہ کریں جو اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہمارے ہاں سارا سال خواتین کا انتظام ہوتا ہے ذکر اذکار میں ہوتا ہے لیکن اعتکاف میں نہیں ہوتا کیونکہ اعتکاف ان کا، ان کے گھروں میں ہوتا ہے۔ کوشش کیجئے، متوجہ الی اللہ رہیے، زیادہ وقت ذکر اذکار میں صرف ہو، تلاوت میں صرف ہو۔ قرآن کریم کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

اللہ کے کام بڑے عجیب ہیں انسان نہیں سمجھ سکتا۔ احباب نے میرے ساتھ بڑا زور لگایا کہ پہلے تیسویں پارے کا ترجمہ لکھ دیں یہ سکولوں میں رائج ہے اور ترجمے بہت مشکل ہیں کوئی سلیس ہو جائے۔ میں نے کہا یار! مجھے نہیں آتا، میں نہیں کر سکتا۔ اتنی بڑی ذمہ داری کا کام ہے کہ اللہ کی وحی ہو، پیغام الٰہی ہو، آپ اسے دوسری زبان میں تبدیل کرتے ہیں اگر ذرہ برابر مفہوم زیر و زبر ہو گیا تو آپ کہاں چھپیں گے، بچنے کی کوئی امید نہیں، بہت جرأت کا کام ہے۔ اردو کی عمر تقریباً سات سو سال ہے۔ میرا خیال ہے اگر ہم عام مروجہ ترجمے دیکھیں تو ہمارے یہاں مختلف حضرات کے سات سے زیادہ ترجمے نہیں ملتے۔ ویسے علماء حضرات کہتے ہیں

اردو میں پچاس ترجمے کیے گئے ہیں لیکن پچاس مارکیٹ میں ملتے نہیں۔ مارکیٹ میں آپ کو پانچ، چھ یا سات مل جائیں گے جن میں سے ایک یا دو ہی زیادہ لوگ خریدتے ہیں اور باقی لوگ نہیں خریدتے۔ یہ اتنا مشکل کام ہے کہ کتنے کتنے بڑے عالم، کتنے کتنے بڑے بے نظیر انسان، نیکی اور شرافت کے معیار، اللہ کے مقرب بندے اور علوم دین سے جن کے سینے منور، دماغ منور، اعلیٰ کردار کے نمونے، اتباع کے تابع لیکن وہ جرأت نہیں کرتے تھے۔ ان کی ترغیب سے، اللہ کی توفیق سے اللہ نے اس کام پر لگا دیا۔ میں نے پہلے پارے کا ترجمہ کیا پھر تیسرے پارے کا ترجمہ سلیس کرنے کی کوشش کی من جانب اللہ، توفیق تھی اللہ کی طرف سے، خیال آیا بھئی! یہ کیا مطلب ہے پھر سارے (قرآن کریم) کا کرو۔ میں خود حیران ہوں جو کام اللہ کرنا چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے کہ میں صبح نو بجے قلم پکڑتا اور تین بجے تک بغیر رکے لکھتا جاتا سوائے ظہر کی نماز کے۔ وہ بھی وضو ہوتا تھا وہیں بیٹھے بیٹھے ظہر کی نماز پڑھی، لکھنا شروع کر دیا۔ تقریباً سوا دو سے ڈھائی مہینے میں ترجمہ مکمل ہو گیا۔ پھر احباب نے اس پہ بہت محنت کی۔ چار پانچ دفعہ اس پہ نظر ثانی ہوئی۔ پرنٹ کی غلطیاں نکالی گئیں، بڑی محنت کی گئی۔ اللہ سب کی محنت قبول فرمائے۔ الحمد اللہ چھپ کر آ گیا ہے اب یہ بتانا آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ کیا اس ساری کاوش سے کوئی مسئلہ حل ہوا ہے کہ کیا اب آیہ کریمہ کا جو مفہوم ہے وہ سمجھ آتا ہے۔ اگر تو عام آدمی ترجمہ پڑھ کے آیہ کریمہ کا مفہوم سمجھ لیتا ہے پھر تو الحمد اللہ ہماری کاوش مقبول ہوئی اور اگر کچھ پلے نہیں پڑتا تو پھر تو ایک کوشش ہے اس کا کیا فائدہ؟ تو قرآن کریم پڑھ کر، ساتھ ترجمہ پڑھ کر، سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

قرآن کریم نے، وحی الٰہی نے، جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ اللہ کی توحید ہے۔ ساری کتاب، اللہ کا سارا زور اس ایک بات پر صرف ہو جاتا ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کوئی اللہ کا شریک نہیں ہے۔ اسے واحد و لاشریک کہو۔ اپنا دکھ سکھ اس کی بارگاہ میں عرض کرو اور اپنی ساری ضروریات اس سے مانگو۔ اس کے بعد سارا زور اس بات پہ ہے کہ اللہ کو اور اللہ کے نبی ﷺ کو برحق مانو اور اپنی زندگی کو نبی ﷺ کی اطاعت میں ڈھال دو۔ اللہ کریم کے بڑے پیارے انداز ہیں ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے، ہم نے انہیں اللہ کو ماننے اور نیکی کرنے اور برائی چھوڑنے کا ہی حکم دیا ہے ہم نے یہ حکم تو نہیں دے دیا کہ اپنے آپ کو قتل کر دو، یہ تو نہیں کہہ دیا۔ پھر آگے اللہ فرماتا ہے کہ اگر ہم کہہ دیتے تو ان کے لئے بہتر یہی ہوتا کہ اپنے گلے خود کاٹ دیتے یعنی اگر یہ حکم وحی میں آ جاتا کہ اس کی عبادت منظور ہو گی جو اپنا گلا کاٹ دے تو پھر ان کے لئے بہتر یہی ہوتا یہ کہ اپنے گلے کاٹ دیتے۔ تو وحی الٰہی نے تو زندگی کا ہر کام آسان کر دیا ہے۔ تو میرے بھائی رمضان اور اعتکاف کے نتائج پہ غور کیجئے، اپنے لئے، دوسروں کے لئے نہیں۔ ہم دوربین لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں، وہ کیا کر رہا ہے، اس کو کیا ہوا۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ دوربین کی ضرورت نہیں۔ آنکھیں بند کر لو، اندر دیکھو، میرے اندر کیا تبدیلی آئی ہے۔ مثبت تبدیلی آئی ہے، توحید باری واضح ہو گئی ہے، صداقت پیغمبر ﷺ پہ یقین محکم ہو گیا ہے، اللہ کی کتاب پر ایمان جم گیا ہے؟ اب اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا سوچوں گا بھی نہیں، تو کام بن گیا، بات بن گئی، اعتکاف منظور ہو گیا، رمضان منظور ہو گیا، نتائج مل گئے۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر ہم نے محض بھوکے پیاسے رہ کر فقط وقت برباد کیا، محنت برباد کی۔ اس کا کیا حاصل؟ شیطان بند ہے لیکن پاکستان میں بھی دوسرے مسلم ممالک میں بھی آگ لگی ہوئی ہے قتل عام ہو رہا ہے، گولیاں چل رہی ہیں۔ جو شیطان ابلیس کی اولاد میں سے ہیں ان کو بند کر دیا جاتا ہے۔ جن اور انسان جو شیطانی

روپ دھار لیتے ہیں یہ بند نہیں ہوتے یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ Oمِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (سورہ الناس:6.5) جنوں میں سے بھی ایسے جن ہیں جو شیطان کی پیروی کرتے کرتے خود شیطان بن جاتے ہیں النّاس اولاد آدم میں سے بھی ایسے لوگ شیطان کی پیروی کرتے کرتے خود شیطان بن جاتے ہیں تو یہ شیطان کھلے ہیں۔ یہ جو لوٹ مار ہو رہی ہے یا یہ جو قتل عام ہو رہا ہے یہ جو مسلمانوں کی تباہی ہو رہی ہے یہ جنوں اور انسانوں کے جو شیطان ہیں یہ ان کا کارنامہ ہے۔ جنوں سے زیادہ انسانوں کا کارنامہ ہے جو شیطان بن چکے ہیں۔ اور اسلام دراصل شیطان سے مقابلے کا نام ہے، ہتھیار ڈالنے کا نام اسلام نہیں۔ کیا ہوا اگر شیطان زیادہ ہو گئے ہیں، ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ ہمیں اپنی ہمت نہیں چھوڑنی چاہیے، اپنی امید نہیں چھوڑنی چاہیے اور اپنی ذات پہ اصلاح سے شروع کر کے پورے معاشرے میں کوشش کرنی چاہیے کہ لوگ شیطان کے چنگل سے نکلیں۔ اللہ بڑا کریم ہے۔ انسان جو شیطان بھی بن چکا ہے وہ بھی خلوص دل سے توبہ کر لے تو رحمت الٰہی اس کو تھام لیتی ہے اور بڑا کارنامہ کیا اس بندے نے جس نے کسی ایک بندے کو برائی سے بچا کر توبہ کرالی اور اسے اللہ کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔ یہ بڑا کام ہے۔ تو اللہ کریم آپ کے اعتکاف کو قبول فرمائے۔ اس کی ان شرائط پہ غور کیجئے اور اس کے نتائج پہ پل پل سوچتے رہیے اسی میں لیلۃ القدر بھی ہے۔ ایک شب بیت گئی۔ علمائے حق فرماتے ہیں کہ جو بندہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کر کے سو جاتا ہے اور فجر نماز پھر باجماعت ادا کر لیتا ہے وہ شب بیدار ہے اسے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے گی۔ جو شخص ساری رات سوتا رہے عنداللہ شب بیدار شمار ہو گا۔ اور جو بیدار ہو اس کے کیا کہنے۔ یہ درست نہیں کہ ایک رات کو مقرر کر لیا جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہو گی۔ نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا وہ یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں لیلۃ القدر ہے۔ اور محققین یہ فرماتے ہیں کہ راتیں دنیا میں اختلاف پہ آتی ہیں۔ ہمارے یہاں رات اکیس تھی تو مغرب کے ملکوں میں بائیسویں رات تھی جہاں ایک دن روزہ پہلے ہے۔ اس سے بہت آگے جائیں تو شائد اور بہت فرق پڑ جائے، پیچھے شائد کوئی اور فرق ہو گا۔ ایک دو راتیں وقت بدل بدل کے آتی ہیں۔ دنیا میں کہیں دن ہوتا ہے کہیں رات ہوتی ہے۔ پھر علماء فرماتے ہیں پوری دنیا میں ایک ہی رات لیلۃ القدر نہیں ہوتی کہیں اکیسویں شب کو ہوتی ہے کہیں تیئسویں شب کو ہوتی ہے کہیں پچیسویں شب، کہیں ستائیسویں شب، غرض ہر طاق رات کو کہیں نہ کہیں شب قدر ہوتی ہے۔ جسے اعتکاف نصیب ہو جائے پھر اس کا قلب ذاکر ہو اور جسے سلطان الاذکار نصیب ہو اس کا ہر باڈی سیل ذاکر ہو جاتا ہے۔ پھر وہ مسجد میں مقیم ہو، ایک معتکف بھی ہو تو اس کی ہر رات ہی لیلۃ القدر بن جاتی ہے اللہ کریم کے انعام بے پناہ و بے شمار اور بے حساب ہیں، وہ جب عطا کرتا ہے تو اپنی شان کے مطابق عطا کرتا ہے۔ میری دعا ہے اللہ کریم آپ کے اس مجاہدے کو قبول فرمائے اور وہ مثبت تبدیلیاں نصیب فرمائے جو عقیدے اور عمل میں دنیا پر ظاہر ہونی چاہئیں۔ حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے میں یہ ساری محنت اس لئے کر رہا ہوں کہ کچھ ایسے لوگ تیار کر سکوں جنہیں دیکھ کر لوگ کہیں کہ مسلمان ایسے لوگ ہوتے تھے۔ کچھ کفر اور اسلام میں تمیز کرنے والے لوگ ہوں کہ جنہیں دیکھ کر کہا جائے کہ لگتا ہے یہ مسلمان ہے، مسلمان ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔ تو بندے کو یہ منزل پانی چاہیے کہ لوگ کہیں کہ یہ مسلمان لگتا ہے، مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

# اسلام کی بیٹیاں

اُم فاران راولپنڈی

تاریخِ اسلام کا دامن جہاں نامور جرنیلوں، سپہ سالاروں، نیک دل بادشاہوں، مستند طبیبوں اور سائنس، جیومیٹری، جغرافیہ کی بنیاد رکھنے والے سائنسدانوں، حساب دانوں، جغرافیہ دانوں اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول بزرگوں، اولیاء کبریا، زاہدوں اور عابدوں سے مانندِ آسماں درخشاں ہے، جن کی فتوحات، جن کے عدل و انصاف، جن کی ایجادات اور جن کی صبح گاہی و شب باشی نے اس دور کا، اسلام کا اور انسانیت کا سر فخر سے اس قدر بلند کیا کہ فرشتوں کو بھی ابنِ آدم پہ رشک آنے لگا۔ وہیں ایسی باکباز، جری، اخلاق سے آراستہ اور کردار کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی زیرک و دانا اور صاحبِ علم خواتین بھی تاریخِ اسلام کا خاصہ ہیں جن کے تاریخ پہ اور انسانیت پہ احسانات بھی خود انھیں کی طرح مستور ہیں۔ مستور کا مطلب ہی یہی ہے چھپا ہوا، پوشیدہ۔ ہاں لیکن ان کی گودوں کے پروردہ، ان کی تربیت سے آراستہ ابنِ زبیر سے ابنِ قاسم تک ہزاروں، لاکھوں اسلام کے بیٹے ان کے ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔ مسلم خواتین کے حالات و واقعاتِ زندگی ان کے مستورات ہونے کے احترام میں بہت تفصیل سے نہیں ملتے کہ ہم ان کے کردار کی عظمتوں کا احاطہ کرسکیں۔ ہاں لیکن آج ان کے ذکر کی ضرورت بہت شدت سے محسوس ہو رہی ہے کیونکہ آج کی عورت اپنا راستہ، اپنا مقام، اپنی منزل کھو بیٹھی ہے۔ ضرورت ہے کہ آج پھر عہدِ رفتہ کو آواز دی جائے۔ ان عظیم خواتین کے حالات، ان کی سیرت، اسلام سے محبت، اسلام پہ استقامت، مصائب پہ صبر اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہونے کی اہلیت پہ روشنی ڈالی جائے کہ ہمیں کس سمت کو جانا ہے۔ کوئی مشعلِ راہ تو ہو۔

اللہ کریم اس عزم کو پورا کرنے میں میری مدد فرمائے اور میری نیت کو اپنے لیے خالص فرمائے (آمین)

عورت کے مقام کو سمجھنے کے لئے پہلے اس بات کا جائزہ لینا ہو گا کہ اسلام اسے کیا مقام عطا کرتا ہے جبکہ اسلام سے قبل اس کو کیا مقام حاصل تھا۔ ہر دور میں ہر معاشرے اور ہر مذہب نے اس ضمن میں عورت کے ساتھ ناانصافی کی۔ مختلف ممالک، مختلف تہذیبوں اور مختلف مذاہب میں عورت کو کیا حیثیت حاصل تھی؟ اس بات کا مختصراً جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ

### ہندوستان میں عورت کا مقام

- ☆ عورتوں کو بتوں کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا تھا۔
- ☆ راجے، مہاراجے جوئے میں اپنی بیویوں کو ہار جاتے تھے۔
- ☆ قرض دار قرض کی ادائیگی میں اپنی بیوی دے دیتا تھا۔
- ☆ راجپوت اور مارواڑا خاندانوں میں چار چار بھائیوں کی ایک ہی بیوی ہوتی۔
- ☆ ہندوؤں کی مذہبی کتب میں عورت کو زہریلے سانپ اور آگ کے شرارے سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ (تاریخِ ہند، پنڈت رادھا کرشن)

ہندوستانی معاشرے میں عورت دوسری شادی نہیں کر سکتی تھی۔ اچھا کھا اور پہن نہیں سکتی تھی۔ حتیٰ کہ بستر پر سو نہیں سکتی تھی۔ کسی تہوار میں اسکی شرکت کو بدبختی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ مذہبی دانشوروں کے مطابق شوہر کے ساتھ بیوی کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ یہ رسم ستی کہلاتی تھی۔ (رگ وید)

## قدیم یونان میں عورت

☆ تاریخِ یونان کے مطابق علماء یونان کے خیال میں سانپ کے ڈسے کا علاج ممکن ہے عورت کے شر کا علاج نہیں ہے۔

☆ سقراط کا قول ہے "میں نے جس مسئلے کو سمجھنا چاہا، غور کیا اور با آسانی سمجھ لیا لیکن عورت کی فطرت کو نہ سمجھ سکا۔ عورت فتنہ انگیز طاقت رکھتی ہے۔ اگر یہ دنیا میں نہ ہوتو تو دنیا امن کا گہوارہ ہوتی۔ شیر کے حملوں اور سانپ کے ڈسنے سے جتنے آدمی مرتے ہیں اور بچھو رانی سے جس قدر بے قرار ہوتے ہیں ان کی تعداد کم ہے اور ان کی تعداد زیادہ ہے جو عورت کے مکروفریب کے جال میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوتے ہیں۔"

## قدیم چین اور عورت

۵۹۲ء کے چین میں، عورت، مرد کے مقابلے میں انتہائی حقیر سمجھی جاتی تھی۔ باپ، بیٹی کی شادی پہ دولہا کو خبردار کرتا کہ عورت پیکرِ فساد اور مجسمۂ فریب ہے۔ ضروری ہے کہ تم اس کی چالاکیوں سے باخبر رہو۔ یہ ممکن ہے سالہا سال صراطِ مستقیم پہ قائم رہے لیکن ممکن نہیں کہ اپنی فطرت سے جنگ کرے۔

..........(سفرنامہ ابن شریق)

☆ بچیوں کو قید رکھنے کے لئے ان کے پیروں میں لوہے کے جوتے پہنا دیئے جاتے، گلے میں طوق پہنائے جاتے۔

☆ لڑکی کی پیدائش باعثِ ذلت تصور کی جاتی اور عربوں کی طرح زندہ دفن کر دینا باعثِ افتخار سمجھا جاتا۔

☆ چوپایوں کی طرح عورت کی خرید و فروخت ہوتی۔

☆ مرد اپنی تسکین کے لئے عورت پر ہر ظلم روا رکھتا تھا اور عورت کا فرض نسل انسانی کی پیدائش اور مرد کی خدمت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

## قدیم یورپ اور برطانیہ

آزادیٔ نسواں کے علمبرداران ممالک کا ۵۲۱ء تک یہ حال تھا کہ خوش شکل عورتوں کو ویشیا بنا دیا جاتا اور بدصورت لڑکیوں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔

چھٹی صدی کے فلاسفر طاس ہارڈونگ کا قول ہے: "میں یقین رکھتا ہوں کہ عورت ایک شیطانی جادو ہے جس کے اثر سے محفوظ رہنا دشوار ہے۔ یہ ایسے پھول کی مانند ہے جو بظاہر خوشنما ہے لیکن اس میں بے شمار کانٹے ہیں۔"

## قدیم عرب

دنیا کے باقی خطوں کی طرح عورت عرب میں بھی ظلم کا شکار تھی۔ عورت کو کوئی حقوق حاصل نہ تھے۔ معمولی بات پہ قتل کر دی جاتی۔

☆ دختر کشی عام تھی اور اس پہ فخر کیا جاتا تھا۔

☆ شوہر کے مرنے پہ اس کی بیوہ جائداد میں تقسیم ہو کر وارثوں کو مل جاتی۔ جو بعض اوقات کسی دوسرے سے اس کی شادی کر دیتے اور مہر کی رقم خود لے لیتے۔ اور اگر بیوہ مالدار ہوتی تو اس کی شادی نہ ہونے دیتے تا کہ اس کی دولت ان کے قبضے میں رہے۔

☆ عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پہ عائد نہ ہوتی تھی بلکہ وہ خود اپنی کمائی اپنے اوپر آزادانہ خرچ نہ کر سکتی تھی۔

☆ "کتاب النوادر" میں ہے کہ "شام اور فلسطین میں وہ کون سا ظلم تھا جو عورتوں پر روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ اگر وہ ہزار برس تک بھی اپنے رحم دل ہونے کے دلائل بیان کریں تب بھی عورتوں پہ مظالم کا نقش اپنی پیشانی سے مٹا نہیں سکتے۔ اہلِ علم ودانش کا فیصلہ تھا کہ عورت مرد سے کمتر ہے اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔ اگر خطا کرے تو اس کو عبرت ناک سزا دینی چاہیے۔"

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "زمانہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں:

۱۔ ایک تو یہی طریقہ جو آج کل رائج ہے۔

۲۔ دوسرا استبصاع کہلاتا تھا۔ اس میں شوہر اپنی منکوحہ سے خود کہتا تو فلاں مرد کے پاس چلی جا۔ حمل ظاہر ہونے تک خود بیوی سے علیحدہ رہتا۔ حمل ظاہر ہونے کے بعد اس کے پاس جاتا۔ یہ نکاح اس لیے کرتے کہ ''نجیب لڑکا'' پیدا ہو۔

۲۔ نکاح کی تیسری صورت میں ایک عورت سے کم از کم دس مرد لطف اندوز ہوتے تھے۔ جب حمل ظاہر ہوتا اور بچہ پیدا ہوئے کچھ دن گزر جاتے تو عورت قاصد کے ذریعے ان تمام مردوں کو بلاتی اور اعلان کرتی کہ یہ بچہ فلاں شخص کا ہے۔ اب تم اپنی پسند سے اس کا نام رکھو۔ کچھ عورتوں کے دروازوں پہ جھنڈے لگے رہتے تھے جب ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا تو قیافہ شناس کو بلایا جاتا تھا اور وہ اپنے قیافہ سے کسی ایک مرد کی نشاندہی کرتا تھا اور وہ مرد اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔''

حضرت عائشہؓ کی اس طویل روایت سے اس دور میں عورت کی صحیح صورتِ احوال معلوم ہوتی ہے۔

■ بعثت محمد ﷺ رسول اللہ نے عورت کو کیا دیا

اس قسم کے ماحول اور معاشرتی حالات میں آج سے پندرہ سو سال قبل ہمارے پیارے نبی ﷺ نے مبعوث ہو کر عورت اور مرد کے حقوق میں ایسا توازن پیدا کیا کہ کسی ایک کا حق دوسرے پہ غالب نہیں آتا۔ عورت کی عزت و حرمت کو بحال کیا۔ ہر رشتے اور حیثیت میں اسے الگ الگ حقوق عطا کئے۔

■ عورت بحیثیت ماں

اسلام نے ماں کو وہ عزت و شرف بخشا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماں کی نافرمانی پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔''

اسلام سے قبل باپ کی بیوائیں وراثت میں بیٹوں کو مل جاتی تھیں۔ اسلام نے اس قبیح رسم کو یکسر ختم کر دیا اور سوتیلی ماؤں کو بھی محرمات میں داخل کر دیا۔

■ اولاد کے لئے ماں کی خدمت کو اس قدر لازم قرار دیا کہ حدیث پاک ہے کہ ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔''

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے

وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ.

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید فرمائی ہے۔ اس کی ماں نے ہر تکلیف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا۔ اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے۔ کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا (احسان مانو)۔'' (لقمن۔14)

■ نبی کریم ﷺ نے ماں کو باپ پر تین درجہ فوقیت دی

آپ ﷺ کی والدہ بچپن ہی میں خالقِ حقیقی سے جا ملی تھیں تو آپ ﷺ اپنی والدہ کی سہیلیوں تک کی عزت فرماتے اور انہیں ہدیے بھیجا کرتے تھے۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ شخص بڑا بدبخت ہے جس کی ماں زندہ ہو اور وہ اس کی خدمت نہ کر کے جنت سے محروم ہو جائے۔''

■ عورت بحیثیت بیوی

بحیثیت بیوی کے نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو وہ حقوق عطا کئے جن سے وہ قطعی محروم تھیں۔

☆ آپ ﷺ نے عورت کا نان و نفقہ مرد کے ذمے لگایا۔
☆ بلا وجہ طلاق کی دھمکی دینے اور مار پیٹ سے منع فرمایا۔
☆ بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے حصہ دلایا۔
☆ شوہر کو بیوی سے محبت کا بہترین سلوک کرنے کا حکم دیا۔
☆ قرآنِ پاک عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا لباس قرار دیتا

ہے۔ حکمت یہ ہے کہ لباس سے کچھ پوشیدہ نہیں ہوتا لیکن خود لباس ستر کو پوشیدہ کرتا ہے۔ یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے راحت کا سبب بھی ہوں اور ایک دوسرے کے عیوب پر پردہ ڈالنے والے بھی ہوں۔

☆ جس دور میں عورت ملکیت شمار ہوتی تھی اس وقت اسلام نے عورت کو حقوق عطا کیے اور میاں بیوی کے رشتہ میں توازن قائم کیا۔ عورت کو مرد کی جان، مال اور عزت کا امانت دار قرار دیا اور مرد کو عورت کی جان، مال اور آبرو کا محافظ قرار دیا۔

☆ خالقِ انسان نے عورت کو تصویرِ کائنات میں رنگ کی حیثیت خود دی، ارشاد پاک ہے:

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔ اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔" (سورۃ الروم۔21)

☆ اگر اسلام نے مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے تو وہ نان ونفقہ اور عدل کے ساتھ مشروط ہے۔ درحقیقت تو عورت ہی کا تحفظ مطلوب تھا۔ جن بچیوں کے والدین نہ ہوں یا جو بیوہ ہوگئیں نیز جنگ یا کسی اور وجہ سے معاشرے میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اسلام نے عورت کے ہی تقدس کے پیشِ نظر اسے بے سہارا نہیں چھوڑا اور یوں بے آبروئی اور بدکاری کے ہر راستے کو مسدود کر دیا۔

■ عورت بحیثیت بیٹی

جس عہد میں بیٹی کو زندہ درگور کر دینا باعثِ فخر سمجھا جاتا تھا اور اس کی پیدائش پہ، بمطابق قرآن، ان کے چہرے دکھ اور عار سے سیاہ ہو جاتے تھے تب نبی کریم ﷺ نے بیٹی کو رحمت قرار دیا۔ فرمایا:

☆ "بیٹی رحمت اور بیٹا نعمت ہے۔ اور ہر نعمت کا تم سے سوال کیا جائے گا۔"

☆ نیز آپ ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ جس شخص نے ایک یا دو بیٹیوں کی اچھی طرح پرورش کر کے بلوغت تک پہنچایا وہ جنت میں میرے ساتھ اس طرح ہوگا اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو کھڑا کیا۔

☆ ایک شخص نے آپ ﷺ کے سامنے اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کے جرم کا اقبال کیا تو آپ ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا۔

☆ بھائی اور بہن کی بیٹی تک کو محرمات میں داخل فرمایا۔

☆ بیٹی کو والد کے ترکہ میں حصہ دار مقرر فرمایا۔

☆ بیٹی کی اچھی پرورش کرنے والے کے لئے فرمایا: "یہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ سے بچنے کی ڈھال ہوں گی۔"

■ عورت بحیثیت بہن

اسلام نے عورت کو بہن کی حیثیت میں وہ تقدس دیا کہ ماں اور باپ کی بہنوں کو بھی محرمات میں داخل فرمایا۔

☆ والد اور شوہر کے بعد بھائی کو 'والی' مقرر کیا۔

☆ عورت کو بھائی کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں اس کے ترکے میں بھی حصہ دار مقرر کیا۔

■ عورت بحیثیت بیوہ

بیوہ کے کسی معاشرے میں کوئی حقوق نہ تھے۔ بلکہ اس کے لئے معاشرے میں کوئی جگہ ہی نہ تھی۔ اس کے ساتھ غلاموں سے بدتر سلوک کیا جاتا۔ اچھا کھانا، پہننا، بستر پہ سونا ممنوع تھا۔ اسے بدبختی کی علامت سمجھا جاتا بلکہ قدیم چین و ہندوستان میں تو عورت کو شوہر کی چتا کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا۔

ایسے ماحول میں آپ ﷺ نے بیوہ کے حقوق کی نگہداشت

اور بحالی کا حکم دیا۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیوہ کا نکاح کنواری سے پہلے کرو۔" اس کی مثال عہد رسالت میں کثیر تعداد میں ملتی ہے نیز آپ ﷺ نے خود کتنی بیواؤں سے نکاح فرمایا۔

☆ دوبارہ نکاح کے ضمن میں آپ ﷺ نے اجازت لینے کو شرط قرار دیا کہ جب تک بیوہ سے اجازت نہ طلب کر لی جائے اس کا نکاح نہ کیا جائے۔ (یہی حکم کنواری عورت کے لئے بھی ہے)

☆ بیوہ، بیٹوں کے لئے بلکہ سوتیلے بیٹوں کے لئے بھی محرمات میں داخل ہے۔

☆ بیوہ اپنے شوہر کے ترکے میں حصہ دار ہے۔ جبکہ اسلام سے قبل وہ خود ترکہ شمار ہوتی تھی۔

غرض ہر حیثیت میں اسلام نے عورت کے تقدس اور تحفظ کو پیشِ نظر رکھا۔ اس دور کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہمیں درست طور پر اندازہ ہوگا کہ اسلام نے عورت کو کہاں سے اٹھایا اور کہاں پہنچا دیا۔ اس بات کا اندازہ آپ کو حضرت عمرِ فاروقؓ کے اس قول سے بخوبی ہوگا۔

☆ مکہ میں ہم عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی۔ لیکن جب اسلام آیا اور ان کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو ہمیں ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔" (صحیح بخاری شریف)

اور پھر یہی فاروقِ اعظمؓ جن کے متعلق تاریخ میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ "حضرت عمر فاروقؓ امیر المومنین نے مہر کی حد کی تحقیق کی۔ جب معلوم ہوا کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا مہر اس قدر (تعداد مشہور ہے) تو آپؓ نے ممبر پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ "بضعة النبی"، یعنی جگر گوشۂ رسول ﷺ سے زیادہ کسی کا مہر مقرر نہ ہو۔ جو لوگ اس کے خلاف کریں گے ان کا اس قدر مال جو انہوں نے اضافہ کیا وہ ضبط کر کے بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔"

مہر عورتوں کا شرعی حق ہے۔ احادیث میں کم از کم دس درہم تعداد مقرر کی گئی اور زیادہ کے لئے کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ اس کے تعین کا حق عورت کو حاصل ہے۔

ایک عورت نے، جو اس مجمع میں موجود تھی جب حضرت عمرؓ یہ خطبہ دے رہے تھے، اُٹھ کر اس حکم کے خلاف آواز بلند کی اور کہا جب ارشادِ خداوندی ہے۔

وَّ اٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰہُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡہُ شَیۡئًا.

ترجمہ: "اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے مال میں سے ڈھیر کے ڈھیر عورتوں کو دے دے تو پھر اس میں سے کچھ نہ لینا چاہیے۔"

اس ارشاد کے ہوتے ہوئے امیر المومنینؓ کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس اضافہ کو بیت المال میں داخل فرمائیں۔"

حضرت عمرؓ نے فوراً اس بات کو قبول کیا اور بے ساختہ فرمایا۔

امراة اصابت و رجل اخطأ. "ایک عورت نے سچ کہا اور مرد سے غلطی ہو گئی۔"

یہ واقعہ اسلام کی تعلیمات اور ان کے اثر پہ بیّن دلیل ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی اور امیر المؤمنینؓ کے مقابلہ میں ایک عام عورت نے کس جسارت کے ساتھ اپنے ایک جائز حق کی حمایت کی اور کامیاب ہوئی۔

## ■ دورِ جدید اور عورت کا استحصال

ہمیں یہ لگتا ہے کہ عورت کا استحصال شاید قصۂ پارینہ ہے اب آزادئ نسواں اور حقوقِ نسواں کے قوانین بن چکے ہیں اس لیے عورت بہت محفوظ اور معتبر ہو چکی ہے۔ کامیابی و کامرانی کی راہ میں مرد کے ہم پلہ ہے۔ لیکن فرصت جو ملے تو حقائق پہ نگاہ کیجئے۔ "کیا آج کی عورت محفوظ ہے؟" کیا آپ اپنی بیٹی یا بہن کو سکول یا کالج بھیج کر خود گھر میں اطمینان کی نیند سو سکتے ہیں؟ یا وہ خواتین جو

کسی بھی وجہ سے نوکری کر رہی ہیں ان کے لئے ہر دن محاذ آرائی سے کم نہیں ہے؟

بس سٹاپ پہ، راہ چلتے، پبلک ٹرانسپورٹ میں کیا کیا کچھ گھر سے باہر قدم نکالنے والی عورت کو نہیں سہنا پڑتا۔ آج کے دور میں عورت کس قدر محفوظ ہے، یہ ایک شوہر، باپ یا بھائی سے پوچھیں۔ آپ کو جواب مل جائے گا۔ سوال صرف گھر سے باہر نکلنے والی عورت کا نہیں ہے بلکہ گھروں کی چار دیواری میں ہونے والے مظالم تو بسا اوقات عورت کے قتل پہ منتج ہوتے ہیں۔ شوہروں کا یا سسرال کا تشدد، تیزاب سے جلا ڈالنا یا آگ میں خاکستر کر دینا کیا ستی کرنے سے کم ہے؟ کاروکاری ہو یا عزت کے نام پہ قتل، زمانہ قدیم کی یادیں وقتاً فوقتاً تازہ ہوتی رہتی ہیں۔ کہیں جائداد بچانے کے لئے قرآن سے شادی ہے تو کئی ایسی بچیاں ہیں جو جہیز نہ ہونے کے باعث کنواری بیٹھی رہ جاتی ہیں۔ آبرو ریزی کے واقعات ہوں تو انصاف تو نہیں ملتا البتہ خبر چھپ جاتی ہے یا نشر ہو جاتی ہے کہ تھوڑی بدنامی کیوں ہو؟

آج کی عورت ایک دوراہے پہ کھڑی ہے۔ یا تو وہ اپنے آپ کو دورِ حاضر کی تعلیم و ترقی سے یکسر نابلد کر لے اور خود کو محفوظ کرنے کے لئے مقید کر لے اور یا پھر اپنی حرمت و نسوانیت کو طاق پہ دھرے اور مردوں کے اس معاشرے میں ایک مرد کے طور طریقے اپنائے۔ وہ خود غلط راہ پہ چلے یا کوئی اس کے ساتھ ناروا رویہ رکھے کچھ فرق ہی نہیں پڑتا۔ اسے ایک صابن کی ٹکیہ بیچنے کے لئے چوک میں نمائش کے لئے لٹکا دیا جائے یا دکان کی سجاوٹ کا حصہ سمجھ کر دیوار پہ چپکا دیا جائے، کسی کے ضمیر پہ کوئی بات دستک نہیں دیتی۔

میک اپ، فیشن، ماڈلنگ، ایکٹنگ، یہ رجحان اس تیزی سے پھیل رہا ہے جیسے آندھی و طوفان سرعت سے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ یہ بھی ایک طوفانِ بدتمیزی اور بے حیائی ہے، آوارگی و بے راہ روی ہے جو ہمارے معاشرے کی نہ صرف شکل کو بگاڑ رہا ہے بلکہ جڑوں تک کو کاٹ رہا ہے۔

اس پہ مستزاد یہ کہ اس کو آزادیٔ نسواں گردانا جاتا ہے اور اس ضمن میں مغرب کی اندھی تقلید کو اپنا شعار بنا لیا گیا ہے۔ یہ جاننے کی زحمت بھی کسی نے گوارا نہ کی کہ اہلِ مغرب کو اس بے راہ روی نے کہاں پہنچا دیا ہے؟ جہاں عورت کی زندگی کا واحد مقصد تزئین و آرائش سے شمعِ محفل بننا ہے۔ جہاں کوئی رشتہ پائیدار ہے نہ کوئی جذبہ سچا۔ تہذیبِ جدید نے ترقی کا ڈھونگ رچا کر عورت کو اس کے فطری دائرۂ عمل سے نکال کر سوسائٹی کے نیلام گھر میں پہنچایا تو اس سے گھریلو زندگی معدوم ہو گئی۔ آج کی تہذیبی امامت کے مدعی کا، ناکامی کا اعتراف The Crisis of our age sandrim میں ملاحظہ فرمائیے۔ "ہم کھانا ہوٹلوں میں کھاتے ہیں۔ ہماری روٹی بیکری سے آتی ہے، کپڑے لانڈری سے دھلتے ہیں۔ پہلے وقتوں میں لوگ راحت کے لئے گھروں، خاندانوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اب آرام کی تلاش میں سینماؤں، تھیٹروں اور نائٹ کلبوں کا رخ کرتے ہیں۔ اب ہمارے گھر استراحت کی جگہ نہ رہے جہاں ہم رات سکون سے گزار سکیں۔"

ہم اپنے ملک میں عورتوں کی حالتِ زار سے سر اُٹھا کر اگر جدید دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی طرف جائیں تو جدید تہذیب و معاشرت، آزادیٔ فرد اور حریتِ نسواں کے علمبرداران ممالک میں، جہاں اس بات کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عورت مرد کے برابر ہے یا اسے ہر قسم کی آزادی حاصل ہے وہ مرد کے شانہ بشانہ چلتی ہے لیکن بین الاقوامی اداروں کے اعداد و شمار کو دیکھیں جو ان کی رپورٹس میں آئے دن چھپتے رہتے ہیں تو انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ یہ پاکستان یا ہندوستان کے کسی دور افتادہ گاؤں کے کسی ہاری گھرانے کا المناک قصہ نہیں ہے بلکہ یورپ کی عورت کا حال ہے۔

☆ انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی ایک کارکن "جینس مور" کہتی ہے کہ "ہمارے اندازے کے مطابق امریکہ میں ہر سال گھروں میں مار پیٹ کا نشانہ بننے والی عورتوں کی تعداد ساٹھ لاکھ تک جا پہنچتی ہے، امریکہ کا کوئی حصہ ایسے مردوں

سے خالی نہیں جو اپنی عورتوں کو بری طرح مارتے ہیں۔ نیل کے نشانات، ہڈی فریکچر، جلنے کے نشانات، خنجر زنی، فائرنگ، لوہے یا لکڑی کی ضرب سے آنے والی چوٹوں کے علاج کے لئے انھیں ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔

☆ اس رپورٹ پہ تبصرہ کرتے ہوئے ایک لیڈی ڈاکٹر ANNE WALTICRAFT ''این والٹیکر افٹ'' نے کہا ''عورتوں کو زدوکوب کرنا امریکی معاشرے کی ایک تلخ حقیقت ہے جو پورے معاشرے میں وبا کی طرح عام ہے۔''

☆ امریکی محکمہ انصاف کے مطابق ''ایک سال میں ملک بھر میں نوے ہزار عورتوں نے ریپ کیس درج کرائے جن میں بارہ فیصد بچیاں تھیں۔ فرانس میں ہر سال دس لاکھ عورتیں زیادتی کا شکار ہوتی ہیں۔ برطانیہ میں ۷۷ فیصد مرد اپنی بیویوں کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہاں ہر آٹھ بالغہ عورتوں میں ایک جنسی تشدد کا شکار ہوئی۔''

☆ کام کرنے والی عورتوں کو دفتروں میں پریشان کیا جانا ایک وبا کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ خواتین سے متعلق ایک تنظیم نے بتایا، پچھلے پانچ برسوں میں دفاتر میں کام کرنے والی خواتین کی تقریباً نصف تعداد نے جنسی بدسلوکی کا تجربہ کیا کہ جیسے کہتا ہوں ویسے کرو ورنہ تمھیں ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔ یہ حالات صرف کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والی خواتین کے ساتھ پیش نہیں آتے بلکہ اونچی بلڈنگوں اور شاندار دفاتر میں بھی ایسے ہی ہیں۔ مرکزی حکومت میں کام کرنے والی 42 فیصد خواتین کو اپنے دفاتر میں پریشان کیا جاتا ہے۔

☆ ایک جرمن رپورٹ کے مطابق وہ عورتیں جو اپنے شوہروں اور بوائے فرینڈز کی جسمانی اور نفسیاتی اذیت رسانی کا شکار بنتی ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد دس لاکھ سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے۔ اسی رپورٹ کے مطابق اس تشدد کی وجوہات میں بیروزگاری، خطیر رقوم کے قرضے، منشیات کی عادت اور شک اور حسد کے جذبات ہیں۔

☆ چین کے اخبار ''چان منگ'' میں ایک لیڈی ڈاکٹر ''چالی چانکسیونگ'' نے ایک خط لکھا کہ اس کے شوہر نے اس کے چہرے، معدے اور ہاتھ پیروں کو تشدد کا نشانہ بنایا کیونکہ وہ اسے طلاق دینے پر تیار نہیں تھی۔ چوٹوں کے علاج کے لئے جب وہ ہسپتال داخل ہوئی تو اس کی ساس نے اسے وہاں سے بھی نکلوانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے شوہر کو اس سب کے باوجود کوئی سزا نہیں ملی۔''

عام طور پر چینی عورتیں اپنے شوہروں سے بہت ڈرتی ہیں اور انھیں کسی سے مدد طلب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

یہی وہ حالات ہیں جو مغرب کی عورت کو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی طرف مائل کر رہے ہیں اور اسلام قبول کرنے والے نو مسلموں میں بڑی تعداد خواتین کی ہے۔ ہمارے پاس بھی عافیت کا واحد راستہ اسلام کے دامن میں پناہ لینا ہے۔ راہنمائی لینے کے لئے اسلامی معاشرت سے گندھا تابناک ماضی ہے، اپنی تہذیب اپنی روایات ہیں۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں ہیں۔ ہم پہ یہ واجب ہے کہ بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھائیں نہ کہ خود ان کی صف میں جا کھڑے ہوں۔ جب کوئی قوم اپنا ماضی اور اپنی روایات فراموش کر دیتی ہے اور کسی دوسری قوم کی اندھا دھند تقلید کرنے لگتی ہے تو وہ انحطاط کا شکار ہو جاتی ہے۔ ایک طرف مغرب کی کھوکھلی تہذیب ہے اور دوسری طرف اسلام کی پاکبازی اور شرم و حیا سے گندھی ہوئی تعلیمات۔ اختیار ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم کسے اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ احیائے اسلام کے لئے پاکستان مسلمانوں کی آخری امیدگاہ ہے جو لاکھوں جانوں اور عصمتوں کو قربان کر کے صرف اس لیے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں ہم اپنی تہذیب و معاشرت اور اسلامی روایات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ امید ہے کہ ان پاکباز ہستیوں کے حالات سے آگاہی ہمیں عملی زندگی میں سچی مسلمان خاتون بننے میں راہنما ثابت ہوگی۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

# مسائل السلوک من کلام ملک الملوکؒ

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

دعا کی حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہی وہ ہے جو ہم مانگ رہے ہوتے ہیں تو کام ہو جاتا ہے۔ اس میں ہماری کوئی بہادری نہیں ہوتی۔ ہم سمجھتے ہیں یہ میرا کمال ہے کہ میں نے کمپیوٹر کھول لیا حالانکہ ہمارا تو اتفاقاً ہاتھ لگ گیا وہ تو اس میں پہلے سے feed ہو چکا تھا جب وہ key دبائی گئی تو وہ سب کھلنا ہی تھا۔ تو ہوتا یہ ہے کہ تقدیر کا ایک فیصلہ ہوتا ہے۔ جس کا ہمیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ ہم دعا مانگ رہے ہیں یا اللہ ایسا کر دے، ایسا ہو جاتا ہے ہم سمجھتے ہیں میں بڑا مقبول بارگاہ ہوں۔ فرمایا یہ مقبولیت کا معیار نہیں ہے، مقبولیت کا معیار صرف ایک ہے، دل میں خلوص ہو اور کردار میں اتباع ہو محمد رسول اللہ ﷺ کا۔

**مکالمت کا علامات قبول سے نہ ہونا:۔**

قولہ تعالیٰ: قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا الخ (الاعراف:18)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل ہو کر نکل۔

ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام بلا واسطہ ہوا ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ ہمکلام ہونا بھی علامات قبول سے نہیں"۔

..................

فرمایا شیطان کو حکم دیا کہ یہاں سے ذلیل ہو کر نکل جا۔ تو آیت کی روش سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کریم نے ذاتی طور پر شیطان کو حکم دیا۔ تو فرماتے ہیں کسی کو کلام بھی نصیب ہو جائے تو وہ شرط قبولیت نہیں کہ وہ اللہ کے ہاں بڑا مقبول ہے۔ شرف قبولیت پھر وہی ہے یعنی خلوص کے ساتھ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ۔

**تصرف شیطانی جو گناہ کے درجہ تک نہ ہو معصوم میں ممکن ہے:۔**

قولہ تعالیٰ: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا (الاعراف:20)

ترجمہ: شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا الیٰ قولہ تعالیٰ پس جب ان دونوں نے جو درخت کو چکھا۔ الخ

"اس میں دلالت ہے کہ عصمۃ کے ساتھ ایسا تصرف شیطانی جمع ہو سکتا ہے جو حد معصیت تک نہ پہنچا ہو۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کے فعل کا معصیت شرعیہ ہونا ثابت نہیں ہوا اگرچہ لغۃً حق تعالیٰ نے اس کو معصیت فرمایا ہے وہ صرف ایک اجتہادی خطا تھی۔ جس پر ثواب بھی ملتا ہے اور اس خطا پر جو سزا جاری کی گئی ہے وہ صرف دونوں کے بدن کا ایک دوسرے کے سامنے کھل جانا ہے جو زوجین میں مباح ہے اور جب اس کا خطا اجتہادی ہونا معلوم ہو گیا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ بھی باوجود قطعی الثبوت ہونے کے ظنی الدلالۃ تھی جس میں اجتہاد کی گنجائش تھی تو اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جس دلیل ظنی میں اجتہاد کی گنجائش ہو اس کا ترک کرنا طرد د عقاب کا موجب نہیں البتہ اس سے دنیوی ضرر ہو جاتا ہے اور (اشتراک علت سے) یہی حکم ہے کشف والہام کی جو کہ متحمل خطا ہیں مخالفت کا کہ اس کے خلاف کرنے سے عذاب اخروی تو نہیں ہو سکتا لیکن کچھ دنیوی ضرر لاحق ہو جاتا ہے۔ اس کو یاد رکھو کیونکہ علماء تو اس کی بالکل مخالفت کو بھی جائز رکھتے ہیں اور مشائخ اس کو بالکل حرام سمجھتے ہیں"۔

..................

بڑا نازک سا مسئلہ ہے۔ بڑی توجہ اور غور سے سمجھنے کا ہے کہ شیطانی وساوس نبی معصوم کو بھی اس حد تک پریشان کر دیتے ہیں کہ وہ گناہ تو نہیں کر سکتا کیونکہ معصوم ہوتا ہے۔ اس سے گناہ ہوتا ہی نہیں۔ لیکن ایک سوچ صحیح کے خلاف آ سکتی ہے۔ ایسا تصرف جمع ہو سکتا ہے جو حد معصیت تک نہ پہنچا ہو۔ یعنی نبیؑ سے گناہ تو نہیں

ہوتا حد معصیت تک تو نہیں جاتا چونکہ آدم علیہ السلام اور اماں حوا کو شیطان نے وسوسہ ڈالا تو انہوں نے اس درخت سے چکھ لیا۔ اس میں علماء حضرات فرماتے ہیں یہ حکم جو تھا شرعی حکم نہیں تھا۔ مزید برآں جس جنت میں حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کو رکھا گیا تھا وہ جنت نہیں تھی جو آخرت میں عطا ہونی ہے۔ وہ جنت برزخی ہے جو برزخ میں ہے جہاں مرنے کے بعد نعمتیں بندے کو ملتی ہیں اس میں انہیں رکھا گیا تھا۔ آخرت کی جنت میں داخلے کے بعد وہاں سے کوئی خارج نہیں ہوگا۔ جو داخل ہوگا وہ ہمیشہ رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے، یہ جو انہیں فرمایا گیا کہ اس درخت کو نہ چکھیں یہ ایک حکیمانہ حکم تھا یہ شرعی حکم نہ تھا۔ اگر حکم تشریعی ہوتا تو اس کی خلاف ورزی گناہ ہوتا لیکن اس میں حکمت تھی۔ اس لئے قرآن حکیم نے فرمایا بدت لھما سَوْاٰتُھُمَا جب انہوں نے وہ پھل کھالیا تو ان کی شرمگاہیں کھل گئیں۔ اب میاں بیوی کی شرمگاہ کا ایک دوسرے کے سامنے کھل جانا گناہ نہیں یہ تو انہیں جو دنیا کی سہولت تھی وہ جاتی رہی۔ نبی سے خطا نہیں ہوئی چونکہ آدم علیہ السلام کے فعل کا معصیت شرعیہ ہونا ثابت نہیں ہوا۔ وہی بات انہوں نے فرمائی کہ وہ شرعی گناہ نہیں تھا اگرچہ لغت میں اسے معصیت کہہ دیا گیا ہے۔ اور اس خطا پر جو سزا جاری کی گئی وہ صرف دونوں کے بدن کا ایک دوسرے کے سامنے کھل جانا تھا جو زوجین میں مباح ہے۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے ستر کھل جانا ویسے بھی مباح ہے یہ کوئی گناہ تو نہیں ہے۔ پھر حضرت اس کو لے آئے ہیں اس بات پر کہ جو احکام قطعی نہیں ہوتے، قرآن میں واضح نہیں، سنت میں واضح نہیں، ان میں اجتہاد کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن اگر ان کو بھی چھوڑ دیا جائے پرواہ نہ کی جائے کہ یہ حکم قطعی تو ہے نہیں اسے جانے دو تو اخروی عذاب تو نہیں ہوتا لیکن دنیا کی کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہے۔ آگے اسی کو کشف پر قیاس فرماتے ہیں کہ کسی کو کشف ہوتا ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خود اس کا مکلف ہے کوئی دوسرا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ کشف شریعت کے مطابق ہے تو جو صاحب کشف ہے اسے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ نہیں کرے گا تو دنیا کا نقصان ہوگا آخرت کا عذاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ حکم ظنی ہے قطعی نہیں۔ تو کشف میں دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ وہ شریعت کے مطابق ہو، شرعی حد کے اندر ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اشتہار نہ دیتا پھرے۔ وہ لوگوں کے لئے نہیں ہے اس کے اپنے لئے ہے۔ اگر اس پر عمل کرے گا تو دنیاوی مصیبت سے بچ جائے گا نہیں کرے گا تو دنیا کی کوئی مصیبت آجائے گی۔

..........

### جنات کے دیکھنے کی کرامت کا مخالف قرآن نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ (الاعراف:27)

ترجمہ: وہ اور اس کا لشکر تم کو اس طور پر دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔

"روح میں ہے کہ قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں پس اگر کوئی شخص جنات کو ان کی اصل صورت میں دیکھنے کا دعویٰ کرے خاص کر جب کہ مظنہ کرامت کا بھی ہو اس کو فاسق اور جھوٹا نہ کہا جاوے گا اور آیت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ عادۃً اس طرح نہیں دکھائی دیتے"۔

..........

کہ اگر کوئی صاحب کشف یا نیک بندہ جو صاحب کرامت مشہور ہے وہ کہے کہ میں نے جن کو دیکھا وہ جھوٹ نہیں ہوگا کیونکہ ایسا ممکن ہے اور یہ جو فرمایا تم نہیں دیکھ سکتے یہ حکم اکثریت کی بنا پر ہے۔ یہ قطعی حکم نہیں ہے کہ کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں عادۃً، عام انسانی عادت کے مطابق نہیں دیکھے جاسکتے۔

### اصلاح ظاہر و باطن کو جمع کرنا

قولہ تعالیٰ: وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ الخ (الاعراف:29)

ترجمہ: اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو۔

"اس آیت میں حکم ہے اصلاح ظاہر و باطن کو جمع کرنے کا اَقِیْمُوْا میں اول اور مُخْلِصِیْنَ میں ثانی کی طرف اشارہ ہے"۔

.........................

فرمایا اس آیت میں اشارہ یہ ہے کہ ظاہر کو بھی پابند شریعت بناؤ اسی طرح باطن کو بھی۔ دل بھی اس کا ساتھ دے۔ دل میں حیات ہوگی تو ساتھ دے گا، دل ہوش میں ہوگا تو ساتھ دے گا۔ دل میں حیات ہے تو ایک درجہ ایمان کا ہے لیکن وہ بے ہوش ہے، سو رہا ہے۔ تو فرمایا اس آیت کا مصداق پورا نہیں ہوگا۔ اس آیت میں حکم یہ ہے کہ ظاہراً جو عمل کرو پورے خلوص کے ساتھ کہ باطن بھی اس کے ساتھ ہو۔

.........................

**امور واجبۃ الاصلاح کے اقسام**

قولہ تعالیٰ: قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ الخ. (الاعراف:33)

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فواحش باتوں کو۔ الخ

''یہ اشارہ ہے رذائل قوۃ جہیمیہ کی طرف اور بغی میں رذائل قوۃ سبعیہ کی طرف اور اَنۡ تَقُوۡلُوۡا میں رذائل قوۃ نطقیہ کی طرف''۔

.........................

یعنی اس میں ہر طرح کی فحش حرکت شامل ہے خواہ وہ زبان سے ہو، فحش کلامی ہو، فحش سوچا جائے یا فحش پر عمل کیا جائے۔ ہر طرح سے اللہ کریم نے فرمایا یہ حرام ہے۔ ایسا نہ کیا جائے۔ نہ برا سوچا جائے، نہ برا کلمہ زبان سے نکالا جائے، نہ برائی پر عمل کیا جائے۔

.........................

**کبر کا فتحِ ابواب ملکوت سے مانع ہونا**

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف:40)

ترجمہ: جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔

''روح میں ہے کہ اس طرح ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں ابواب ملکوت کشادہ نہیں ہوتے''۔

.........................

اس آیت سے ثابت ہے کہ بے دین اور بدکار کو کشف الٰہیات نہیں ہوتا۔ بعض لوگ تصوف کے بارے کہتے ہیں کہ ہندوؤں سے آیا ہے اور بعض علماء بھی کہتے ہیں جو اس فن سے واقف نہیں ہیں جن کو یہ نعمت نصیب نہیں ہے۔ پھر وہ زیادتی یہ کرتے ہیں کہ عملاً اگر نصیب نہیں ہے تو کم از کم جو حضرات مفسرین کرام نے، علماء عظام نے، علماء ربانیین نے اس پر کتابوں کی کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ تو کر لیں۔ عملاً اگر نہیں آتا تو اس کے بارے علم تو ہونا چاہیے کہ یہ بھی کوئی علم ہے۔ جن کے پاس عملاً نہیں ہوتا وہ مطالعہ بھی نہیں کرتے۔ جتنے مسائل المرشد میں شائع ہوتے ہیں پھر آ کر وہی پوچھتے ہیں تو سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے مطالعہ نہیں کیا۔ تو مطالعہ کرنا چاہیے۔

دنیا کے کام میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس شعبے میں کوئی کام کر رہا ہے اس شعبے کے متعلق وہ زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایک ڈاکٹر ہے وہ ساری عمر پڑھتا رہتا ہے۔ نئی سے نئی دوائی ایجاد ہوتی رہتی ہے، وہ پڑھتا رہتا ہے۔ ایک انجینئر ہے ساری عمر مطالعہ کرتا رہتا ہے نئی نئی چیزیں آتی رہتی ہیں۔ تاجر ہے وہ نئی نئی چیزوں کے بھاؤ دنیا سے معلوم کرتا رہتا ہے۔ ہر بندہ اپنے شعبے کے متعلق زیادہ سے زیادہ واقفیت رکھنا چاہتا ہے۔ تو اس کے بارے میں بھی زیادہ سے زیادہ واقفیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ لوگ اسے سمجھتے نہیں ہیں اور کہتے کیا ہیں؟ جی تصوف ہندوؤں سے آیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

فرماتے ہیں قرآن کریم کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ کسی کافر کو کشف الٰہیات نہیں ہو سکتا۔ کوئی کافر نہ برزخ کو دیکھ سکتا ہے، نہ فرشتے کو دیکھ سکتا ہے، نہ بالائے آسمان دیکھ سکتا ہے۔ برزخ تحت الثریٰ سے لے کر ساتویں آسمان تک ہمارے ساتھ ہی چل رہا ہے۔ یہ تو جب آنکھ بند ہوتی ہے تو آنکھ کھلتی ہے تو پتہ چلتا ہے۔

برزخ بھی ہمارے ساتھ ساتھ ہی چل رہا ہے۔

ہمارا ایک ساتھی ہوتا تھا اللہ پاک اس کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ محمد اصغر نام تھا، فوت ہوگیا۔ بہت تیز مشاہدات تھے اس کے، وہ سامنے سے آ رہا تھا، میرا خیال ہے دس فٹ کے قریب گلی ہوگی، گلی کھلی تھی گاڑی گذر جاتی تھی اس میں پتھر لگے ہوئے تھے پکی بنی ہوئی تھی۔ وہ سامنے سے آ گیا تو میں رک گیا تو وہ بڑے غور سے اسی طرح دیکھتا رہا۔ میں نے کہا کیا بات ہے میاں؟ کہنے لگا حضرت میں اس گلی میں اپنے اور آپ کے علاوہ آٹھ قسم کی اور مخلوق دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا منہ بند رکھو اور جاؤ اپنا کام کرو یہ بتانے کی باتیں نہیں جاؤ اپنا کام کرو۔ یعنی اللہ کے کتنے جہان ہیں کتنی مخلوق ہے۔ جو وجودی مخلوق ظاہری آنکھ سے نظر آتی ہے، ہم نے تو وہ بھی ساری نہیں دیکھی۔ کبھی کبھی وائلڈ لائف ٹی وی پر دکھاتے ہیں میں دیکھتا رہتا ہوں تو ایسی ایسی مخلوق دکھاتے ہیں جو ہمارے وہم میں بھی نہیں ہے عجیب وغریب ہے۔ اور قدرت الٰہی کا اندازہ ہوتا ہے کہ کہاں کہاں کس کس کو کس طرح پال رہا ہے کس طرح پیدا کر رہا ہے ان میں بھی موت وارد ہوتی ہے، ان میں بھی صحت بیماری، توالد وتناسل ہے۔ اسی طرح برزخ بھی تحت الثریٰ سے ساتویں آسمان تک ہے۔ علیین آسمانوں سے اوپر ہے، سجین تحت الثریٰ میں ہے۔ جتنے جس کے گناہ ہوتے ہیں مرنے کے بعد اتنا وہ نیچے جاتا ہے۔ جتنی جس کی نیکیاں ہوتی ہیں اتنا اوپر اسے ٹھکانہ ملتا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں اللہ جل شانہٗ کی بنائی ہوئی ہیں اور موجود ہیں لیکن ایمان نہ ہو تو کافر انہیں دیکھ نہیں سکتا۔ ہاں کافر کو مجاہدہ کرنے سے، محنت کرنے سے جو کشف ہو جاتا ہے وہ کشفِ مادیات ہوتا ہے یعنی یہاں بیٹھ کر لاہور کی بات معلوم کر لیتا ہے یہاں بیٹھ کر کراچی کی بات بتا دیتا ہے جو آپ ٹیلی ویژن پر دیکھ سکتے ہیں، ٹیلی فون پر معلوم کر سکتے ہیں وہ بھی اتنا ہی کر سکتا ہے جو مادی آلات سے ہو سکتا ہے۔ اس کی استعداد کافر کو بھی مل جاتی ہے۔ اس کے لئے وہ بھوکے رہتے ہیں، سوتے نہیں ہیں، بات نہیں کرتے تو اس مجاہدے سے انہیں ایک خاص یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ یکسوئی جسے بھی نصیب ہوتی ہے اسے مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مرتے وقت کافر فرشتوں کو بھی دیکھ لیتا ہے ان سے بات بھی کر لیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فرشتے اس کو کہتے ہیں فِيْمَ كُنْتُمْ تو کیا کرتا رہا، تیرے جسم میں تو ایمان کا ذرہ بھی نہیں اور تو نے اتنی عمر دنیا میں گذار دی فِيْمَ كُنْتُمْ کہاں جھک مارتا رہا۔ تو وہ کہتا ہے كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ہم یار غریب لوگ تھے لوگوں کے پیچھے چلنے والے تھے ہمارے جو بڑے تھے وہ جس طرف چلتے رہے ہم بھی چلتے رہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ط (النساء:97) یہاں اگر برے لوگ تھے تو یہاں سے ہجرت کر جاتے۔ یہاں سے چھوڑ دیتے جہاں لوگ نیک تھے بھلے تھے، وہاں چلے جاتے۔ آج تو ساری دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو تو پھر اللہ کے لئے گھر چھوڑنا یا بدکاروں کی صحبت چھوڑنا کون سا مسئلہ تھا۔ آج کل تو یہ کلیہ الٹ گیا ہے۔ لوگ میرے پاس بھی آتے ہیں دعا کرو میرا بیٹا امریکہ چلا جائے، برطانیہ چلا جائے۔ آج کل لوگ نیکوں کو چھوڑ کر کافروں کے پاس جانا پسند کرتے ہیں وہاں پیسے زیادہ ملتے ہیں۔ لیکن حکم یہ ہے کہ جہاں کفر ہو، مجبوری ہو تو ممکن حد تک وہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جاؤ جہاں نیکی ہو خواہ پیسے تھوڑے ملیں لیکن آخرت بچ جائے۔

تو بہر حال اس آیت نے یہ طے کر دیا کہ کافروں کو کشف الٰہیات نہیں ہوتا لہٰذا یہ تصوف جس میں بارگاہ نبوت کی زیارت ہو، یہ تصوف جس میں انبیاء کی زیارت ہو، اولیاء اللہ سے محبت ہو، فرشتے نظر آئیں، تجلیات باری نظر آئیں کیا یہ ہندوؤں سے آئے گا؟

### اصلاح میں تحمل کی رعایت

قولہٗ تعالیٰ: وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ (الاعراف:42)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے۔

"اسی طرح شیخ بھی مرید کو باب اصلاح میں اس کے تحمل سے زیادہ اس کو تکلیف نہیں دیتا"۔

☆☆☆☆☆

# محاسنِ زکوٰۃ

ابو محمد حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

**دین میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا مقام:**

یہ ایک معلوم و معروف حقیقت ہے کہ شہادتِ توحید و رسالت اور اقامت کے بعد زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ قرآن مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا ذکر اس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ان دونوں کا مقام اور درجہ قریب قریب ایک ہی ہے۔ اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعض علاقوں کے ایسے لوگوں نے جو بظاہر اسلام قبول کر چکے تھے اور توحید و رسالت کا اقرار کرتے اور نمازیں پڑھتے تھے زکوٰۃ سے انکار کیا تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف جہاد کا فیصلہ اسی بنیاد پر کیا تھا کہ نماز اور زکوٰۃ کے حکم میں تفریق کرتے ہیں جو اللہ اور رسول اکرم ﷺ کے دین سے انحراف ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کی مشہور روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ وَاللّٰہِ لَأُ قَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ خدا کی قسم نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کریں گے میں ضرور انکے خلاف جہاد کرونگا۔ پھر تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے اس نقطہ نظر کو قبول کر لیا اور اس پر سب کا اجماع ہو گیا۔

**زکوٰۃ کے تین پہلو:**

زکوٰۃ میں نیکی اور افادیت کے تین پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ مومن بندہ جس طرح نماز کے قیام اور رکوع و سجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی اور تذلل اور نیازمندی کا مظاہرہ جسم و جان اور زبان سے کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت اور اس کا قرب اس کو حاصل ہو اسی طرح زکوٰۃ ادا کر کے وہ اس کی بارگاہ میں اپنا مال صرف اسی غرض سے پیش کرتا ہے اور اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ وہ اسے اللہ کا سمجھتا اور یقین کرتا ہے اور اس کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے اسے ادا کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا شمار عبادات میں اسی پہلو سے ہے۔ دین و شریعت کی خاص اصطلاح میں عبادات بندے کے انہی اعمال کو کہا جاتا ہے جن کا خاص مقصد و موضوع اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عبدیت اور بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اور اس کے ذریعہ اس کا رحم و کرم اور اس کا قرب ڈھونڈنا ہو۔ دوسرا پہلو زکوٰۃ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ کے ضرورت مند اور پریشان حال بندوں کی خدمت اور اعانت ہوتی ہے۔ اس پہلو سے زکوٰۃ اخلاقیات کا نہایت ہی اہم باب ہے۔ تیسرا پہلو اس میں افادیت کا یہ ہے کہ حب مال اور دولت پرستی جو ایک ایمان کش

اور نہایت مہلک روحانی بیماری ہے زکوٰۃ اس کا علاج اور اسکے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے اسی بنا پر قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا ۔اے نبی ﷺ آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے جس کے ذریعہ ان کے قلوب کی تطہیر اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو۔وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى٥ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى٥ (سورہ الیل)

اور اس آتش دوزخ سے نہایت متقی بندہ دور رکھا جائے گا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں اسے لیے دیتا ہو کہ اس کی روح اور اس کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو۔زکوٰۃ کا نام غالباً اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے کیونکہ زکوٰۃ کے اصل معنی ہی پاکیزگی کے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا بہت بڑا مضبوط پل ہے (رواہ الطبرانی) جس طرح مضبوط پل کسی جگہ جانے کا ذریعہ اور سہولت کا سبب ہوتا ہے۔اسی طرح زکوٰۃ ذریعہ اور راستہ ہے اسلام کی حقیقت تک سہولت سے پہنچنے کا یا اللہ تعالیٰ کے عالی دربار تک پہنچنے کا۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا کر دے تو اس مال کا شر اس سے جاتا رہتا ہے

..................(رواہ الطبرانی)

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو اور بلا اور مصیبت کی موجوں کا دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے استقبال کرو (الطبرانی) یعنی جیسا کہ آدمی قلعہ میں بیٹھ جانے سے ہر طرف سے محفوظ ہو جاتا ہے ایسا ہی زکوٰۃ کا ادا کر دینا اس مال کو ایسا محفوظ کر دیتا ہے جیسا کہ وہ مال قلعہ میں محفوظ ہو گیا ہو۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ مسجد کعبہ میں حطیم میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی شخص نے تذکرہ کیا کہ فلاں آدمیوں کا بڑا نقصان ہو گیا، سمندر کی موج نے ان کے مال کو ضائع کر دیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنگل ہو یا سمندر کسی جگہ بھی جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعے سے حفاظت کیا کرو۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو قوم بھی زکوٰۃ کو روک لیتی ہے اللہ کریم اس کو قحط میں مبتلا کر دیتے ہیں (الطبرانی)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تین کام کر لے اس کو ایمان کا مزہ آجائے۔صرف اللہ کریم کی عبادت کرے اور اس کو اچھی طرح جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور زکوٰۃ کو خوشدلی سے ادا کرے (بوجھ نہ سمجھے) (ابوداؤد)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جس مال کے ساتھ زکوٰۃ کا مال مل جاتا ہے وہ اس مال کو ہلاک کیے بغیر نہیں رہتا (رواہ البیہقی)

اس حدیث پاک کے مطلب میں علماء کی دو تفسیریں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد پاک دونوں پر صادق آتا ہے ایک یہ کہ جس مال میں زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو اور اس میں سے زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو تو یہ سارا مال زکوٰۃ کے ساتھ مخلوط ہے اور یہ زکوٰۃ کا مال سب کو ہی ہلاک کر دیگا یعنی زکوٰۃ کا مال روکنا

حرام ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کی گئی تفسیر یوں ہے کہ جو شخص خود صاحب نصاب ہو یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کی کوئی چیز اصل ضرورت سے زائد اسکے پاس ہو اور پھر وہ اپنے کو غریب ظاہر کر کے کسی سے زکوٰۃ کا مال لے لے تو یہ مال اس کے پاس جو اپنا اصلی مال پہلے سے تھا اس کو بھی ضائع کر دیگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص طیب مال (حلال مال) کمائے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے تو یہ اس کے مال کو خبیث بنا دیتا ہے اور جو شخص حرام مال کمائے زکوٰۃ کا ادا کرنا اس کو پاک نہیں بناتا (الطبرانی)

حضرت اسماءؓ بنت یزید فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے گلے میں سونے کا ہار ڈالے گی اس کے گلے میں اسی طرح کا آگ کا ہار قیامت کے دن ڈالا جائے گا اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالی ڈالی گی اس کے کان میں اسی جیسی آگ کی بالی قیامت کے دن ڈالی جائے گی (ابوداؤد) عورتوں کو اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ جو زیور آج بدن کی زینت بن رہا ہے وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی صورت میں کل کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ بن کر بدن کا عذاب بنے گا۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص جو سونے کا مالک ہو یا چاندی کا اور وہ اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور انکو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں پھر قیامت کے پورے دن میں جسکی مقدار دنیا کے حساب سے پچاس ہزار برس ہو گی ان سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغے جاتے رہیں گے اسکے بعد اسکو جہاں جانا ہوگا جنت یا جہنم میں چلا جائے گا۔

..................(مشکوٰۃ و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گی جس کے انتہائی زہریلے پن سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں پھر وہ سانپ اس زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے بخیل کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا یعنی اس کے گلے میں لپٹ جائے گا پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں

..............(رواہ البخاری)

اسلام کی تکمیل کا زکوٰۃ پر موقوف ہونا ظاہر ہے کہ جب اسلام کے پانچ مشہور ارکان کلمہ طیبہ کا اقرار۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ہر ایک رکن ہے تو جب تک ایک رکن بھی کم رہے گا اسلام کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کریم اس کو تاہی سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ (آمین) زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے۔ اپنے نصاب کے متعلق باخبر رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆

# اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پارہ 10.....سورۃ الانفال آیات 49 تا 53

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ .......... وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ـ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

غزوہ بدر ہی کے بارے ارشاد ہو رہا ہے کہ جب جنگ کا ساں بنا تو منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا، جن کے قلوب بیمار تھے، وہ لغو باتیں بنانے لگے۔ منافق اسے کہتے ہیں جس کا آخرت پر تو یقین نہیں ہوتا، دنیاوی مفاد کے لئے جمعیت دیکھ کر، طاقت دیکھ کر، مسلمانوں کی قوت دیکھ کر خود کو مسلمان کہنے لگتا ہے۔ نمازیں بھی پڑھنا شروع کر دیتا ہے، روزے بھی رکھتا ہے، ارکان دین پر عمل بھی کرتا ہے لیکن اُسے دل سے ان صداقتوں کا یقین نہیں ہوتا جن پر یقین کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ دیتے ہیں۔ منافقین کو چونکہ آخرت کا، قدرت باری کا، عظمت الٰہی کا ادراک ہی نہیں ہوتا تو وہ محض دنیاوی اسباب و وسائل سے اندازے لگاتے ہیں۔ چنانچہ جب بدر کا ساں بنا اور 313 نہتے لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ میدان میں اترنے کو چلے۔ ادھر سے کفار کا لشکر چلا تو منافق کہنے لگے غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ان لوگوں کو یعنی مسلمانوں کو ان کے دین نے کسی خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے، بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم چونکہ مسلمان ہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے تو ہم غالب آ جائیں گے یہ محض ان کی خوش فہمی ہے۔ اگرچہ نتائج ہمیشہ اسباب پر ہی مرتب ہوتے ہیں لیکن اسباب میں نتائج بھی تو اللہ کریم ہی پیدا فرماتے ہیں، جو چاہیں نتیجہ پیدا فرما دیں۔ لیکن چونکہ ان کے دل بیمار تھے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں مرض تھا۔ اس لئے ان کی نگاہ مسبب الاسباب پر نہ تھی۔

دل کا مرض کیا ہوتا ہے؟ اور دل کی صحت کیا ہے؟ دل کا مرض ہوتا ہے اللہ کی یاد سے غفلت، اللہ کی عظمت سے ناآشنائی اور اللہ سے دوری۔ یہ چیز آخرت کو فراموش کرا دیتی ہے اور آدمی کی نظر محض دنیاوی وسائل پر رہ جاتی ہے اور وہ دنیاوی اعتبار سے ہی تجزیے کرتا رہتا ہے۔ ہم لوگوں کے اندازے، تبصرے، تجزیے دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کے تبصرے آتے ہیں کہ فلاں کے ساتھ تو کوئی بندہ نہیں، فلاں کیساتھ بہت لوگ ہیں، فلاں یہ کر دے گا، فلاں وہ کر دے گا۔ یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے کہ اس کائنات کا ایک مالک بھی ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر بھی ہے، اپنے بندوں کے حال سے واقف بھی ہے، وہ کیا کرے گا، اس کی منشاء کیا ہے یا کم از کم ہم اس سے دعا ہی کریں کہ اللہ! بندوں کی خطائیں معاف فرما اور انہیں بہتری کی طرف لے آ۔ یا کم از کم اپنے آپ کو تو بہتری کی طرف لے آئیں۔

جس طرح دل کا مرض عظمت الٰہی سے ناآشنائی ہے اسی طرح دل کی صحت یہ ہے کہ اس میں اللہ کی ذات کے ساتھ ایمان آجائے، یقین آجائے۔ اللہ کی عظمت پر یقین کرنے کے لئے ہمارے پاس کیا دلیل ہے؟ ہمارے پاس ایک ہی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے ساتھ ایمان لانے کی تعلیم دی اور فرمایا: اللہ واحد ہے، بے مثل و بے مثال ہے، خالق ہے، رازق ہے۔ یہ ساری بات صرف اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمائی۔ اور تیس پارے قرآن کریم عطا فرمایا جو اللہ کا ذاتی کلام ہے۔ پھر اس قرآن نے ایک نسخہ جابجا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کو یاد کرو۔ انسانی عقل اللہ کو نہیں سمو سکتی، انسانی نگاہ اس دنیا میں اللہ کو نہیں دیکھ سکتی، انسانی محسوسات اسے محسوس نہیں کر سکتیں، اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی تو پھر اس کی ذات پر یقین کیسے آئے؟ یہ نسخہ قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس کا علاج ہے اللہ کا ذکر اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَّسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا (الاحزاب:42.41) شب و روز، رات دن، صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور کثرت سے اس کا ذکر کرو۔ جو قلوب ذاکر ہو جاتے ہیں انہیں دولت یقین بھی نصیب ہو جاتی ہے اور یہی ایمان ہے۔ جو دل غافل رہتے ہیں ان کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا کہ کس وقت، کون سا مرض انہیں آلے۔ دل کی صحت ہے اللہ کی یاد کا اس میں ہونا اور دل کی بیماری ہے اللہ کی یاد کو بھول جانا، اللہ کی یاد سے غافل ہو جانا۔ اب چونکہ ان کے دل بیمار تھے، اللہ کی یاد، اللہ کا نام، اللہ کی عظمت ان کے دلوں میں نہیں تھی اور ظاہری اسباب یہ تھے کہ کفار کا لشکر تجربہ کار نوجوانوں اور پرانے اور سنجیدہ سرداروں پر مشتمل تھا۔ اچھی طرح مسلح تھا، خوراک بھی وافر تھی، سواریاں بھی تھیں، سارے وسائل تھے۔ مسلمانوں کے پاس خوراک کی بھی کمی تھی، اسلحہ بھی کم تھا، سواریاں بھی نہ ہونے کے برابر تھیں، تعداد بھی ایک تہائی تھی تو جو بیمار دل تھے جن کے دلوں میں مرض تھا وہ کہنے لگے غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ ان کو ان کے دین نے کسی خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان تھوڑے وسائل اور کم تعداد سے اتنے بڑے لشکر پہ غلبہ پالیں گے حالانکہ یہ تو لمحوں کی بات ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ ان کی تکہ بوٹی کر دیں گے اور یہ تباہ و برباد ہو جائیں گے، ان کا نشان بھی نہیں رہے گا۔ لیکن چونکہ انکے دل بیمار تھے وہ نہیں جانتے تھے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ o کہ جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے تو پھر یقیناً اللہ غالب بھی ہے اور حکمت و دانائی والا بھی ہے۔ اس کے ہر کام میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ اس کے کرنے کا کوئی طریقہ، کوئی سلیقہ ہوتا ہے۔ توکل علی اللہ یہ نہیں ہے کہ بندہ کام چھوڑ کے بیٹھ جائے کہ میں نے توکل کر لیا ہے۔ توکل علی اللہ یہ ہے کہ دنیا میں جو جائز وسائل اللہ نے اسے دیئے ہیں ان سب کا اہتمام کرے۔ توکل علی اللہ یہ ہے کہ روزی کے لئے جائز اور حلال وسائل اختیار کرے۔ توکل علی اللہ یہ ہے کہ پڑھنے کے لئے مطالعہ کا یا استاد کا یا پڑھائی کا اہتمام کرے۔ توکل علی اللہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پورا کرنے کے لئے محنت کرے۔ جو اس کے بس میں ہے وہ کرے اور پھر اللہ سے دعا کرے کہ یا اللہ! جو میرے بس میں تھا میں نے کر دیا، اب تیرے بس میں ہے تو مہربانی فرما، اس میں بہتر نتائج پیدا فرما۔ میری ضرورتیں پوری فرما، مجھے دوسروں کا محتاج نہ رکھ۔ کام کاج چھوڑ دینا، اسباب چھوڑ کے بیٹھ رہنا توکل نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ توکل اطاعت الٰہی کے کاموں میں کیا جاتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ نیکی کے کاموں میں ہوتا ہے، گناہ کے کاموں میں کوئی توکل کیا کرے گا۔ کیا اللہ کی نافرمانی کرے گا اور کہے گا میں اللہ پر توکل کر رہا ہوں، اللہ پر بھروسہ کر رہا ہوں۔ کام شیطان کا کر رہا ہے، نام اللہ کا استعمال کر رہا ہے۔ تو یہ توکل نہیں ہوتا۔ جیسے نبی کریم ﷺ کے پاس اگرچہ افرادی قوت کم تھی، ہتھیار کم تھے، راشن کم تھا لیکن حضور ﷺ نے باقاعدہ صف بندی کرائی اور لشکر

کو قلب، میمنہ و میسرہ میں تقسیم کیا۔ صفیں بنوائیں، تیراندازوں کو ان کی جگہ پر کھڑا کیا، تلوار بازوں کو ان کی جگہ پر کھڑا کیا، میدان اپنی مرضی کا منتخب فرمایا، پانی کے چشمے پر قبضہ کیا اور لشکر کو تیار کرنے کے بعد عریش بدر میں دعا فرمائی۔ حضور اکرم ﷺ کے لئے ایک عارضی عریش بنایا گیا تھا جہاں سے پورا میدان کارزار سامنے تھا، وہاں سے کمانڈ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ عریش بدر میں تشریف لے گئے اور اللہ کریم سے دعا فرمائی کہ یا اللہ! جو میرے بس میں تھا وہ تو میں نے کر دیا، اب آگے تیرے بس میں ہے تو مہربانی فرما۔ فرمایا، اے اللہ یہ جو افراد تیری راہ میں کھڑے ہیں یہ سارے کا سارا اسلام ہیں۔ میں سارے کا سارا اسلام میدان میں لے آیا ہوں۔ اگر یہ لوگ یہاں کھیت رہے فَلَنْ تَعْبُدُوْا اَبَدًا تو شاید قیامت تک کوئی تیرا نام لینے والا پیدا نہ ہو۔ اللہ انہیں کامیاب فرما۔ اللہ نے فرمایا پھر جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے یقینی طور پر جان لو، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے۔ اس کے کام اس کی حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔ وہ قادر ہے چاہتا تو لڑائی کے بغیر ہی کفار کا سارا لشکر خاک ہو جاتا، سب کی نگاہ بند ہو جاتی، اندھے ہو جاتے، سب کے ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے کچھ نہ کر سکتے لیکن اس کے کام کرنے کے اپنے طریقے ہیں جو سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ اس کی حکمت تھی، مقابلہ ہوا، چودہ مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی۔ یہ بھی اس کا انعام تھا۔ انہیں وہ شہادت سے سرفراز فرمانا چاہتا تھا، انہیں شہادت نصیب ہوئی۔ ستر چوٹی کے کافر قتل ہوئے۔ ستر قید ہوئے۔

اور پھر صرف یہیں بات ختم نہیں ہو جاتی کہ حق کے مقابلے میں باطل کو ہمیشہ شکست ہوتی ہے۔ بات یہاں ختم نہیں ہوئی، مر کے ان کی جان بچتی نہیں ہے کہ چلو مر گئے، شکست ہو گئی، قصہ ختم ہو گیا۔ نہیں، فرمایا، اے مخاطب! اگر تو وہ سماں دیکھے جب کافر کی روح فرشتے قبض کرتے ہیں وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ اے مخاطب اگر اس وقت کو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں تو ان کے مونہوں پر مارتے ہیں ان کی پشتوں پر مارتے ہیں۔ یعنی صرف روح قبض نہیں کرتے بلکہ بڑا زدوکوب کرتے ہیں، مارتے ہیں اور انہیں سزا دیتے ہیں اور بہت تکلیف اور ایذا سے ان کی روح قبض ہوتی ہے۔ اور ساتھ یہ خبر بھی سناتے جاتے ہیں کہ صرف یہی مار نہیں ہے یہ تو ابتدا ہے وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ یہاں سے تو ہم تمہیں مار پیٹ کر، روح قبض کر کے لے جائیں گے، آگے تمہیں آگ کا مزہ چکھنا ہے۔ برزخ میں جاؤ گے تو آگ میں جلو گے پھر میدان حشر کے بعد جہنم کے سپرد کر دیئے جاؤ گے۔ یہ ابتدا ہے آگے آگے کیا ہوتا ہے یہ بھی دیکھتے جاؤ۔

اللہ کریم کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنی اس حقیر سی مخلوق کو عذاب کرے۔ اس کی شان بہت بلند ہے۔ وہ ساری کائنات کا خالق بھی ہے، مالک بھی ہے۔ انسان اس کی ایک حقیر سی مخلوق ہے کائنات میں کتنی مخلوق بستی ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ اللہ کی مخلوق کے جو لشکر ہیں انہیں اللہ ہی جانتا ہے، کوئی دوسرا شمار نہیں کر سکتا کہ کتنے ہیں۔ انسان اگر اپنا شمار کرنا چاہے تو وہ اپنے لئے کچھ نہیں گن سکتا کہ اتنی مخلوق میں اس کا کیا مقام ہے تو اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ ایک حقیر مخلوق کو عذاب کرے۔ فرمایا ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ یہ جو عذاب ہو رہا ہے، موت سے عذاب شروع ہو گیا۔ زندگی تمہاری تکلیفوں میں گذری پھر موت بڑے دکھ سے آئی۔ مار پڑ رہی ہے اور تمہاری روح کو گھسیٹا جا رہا ہے پھر تمہیں برزخ کی آگ کے سپرد کیا جائے گا، پھر حشر کے بعد جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ گے تو یہ سب کچھ اپنے لئے تم نے کیا ہے۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ یہ تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے ایندھن جمع کیا ہے تم نے خود اپنے لئے یہ دوزخ بھڑکایا ہے۔ خود تمہارے کردار نے تمہارے لئے جہنم کا سامان کیا

ہے ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ یہ ساری تکلیف یہ سارا دکھ، یہ جہنم میں جانا یہ اس لئے ہے کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے یہی کچھ آگے بھیجا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ بندہ ایک حقیر سی مخلوق ہے اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اس پر ظلم کرے، زیادتی کرے، زبردستی اسی پر عذاب کرے۔ بندے کی حیثیت کیا ہے کہ اللہ اسے کوئی حیثیت دے لیکن تمہیں دنیا میں اختیار دیا گیا۔ اللہ اتنا کریم ہے اس نے تمہیں پیدا فرمایا، عقل وخرد سے نوازا، علم وعمل کا موقع دیا، انبیاء مبعوث فرمائے، کتابیں نازل فرمائیں، ساری انسانیت کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تیس سپارے قرآن نازل فرمایا۔ پھر اتنا کریم ہے کہ پہلی آسمانی کتابیں تو بدل گئیں لیکن قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ اس نے قیامت تک کے لئے لے لیا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ تم نے نہ اس کے پیغمبر کی عظمت کو سمجھا، نہ اس کی کتاب کی اہمیت کو جانا، نہ حضور اکرم ﷺ کا اتباع کیا، نہ کتاب کی پرواہ کی۔ تو تم نے اپنے ساتھ خود ظلم کیا، خود زیادتی کی۔ اپنے آپ کو تباہ کرنے کے ذمہ دار تم خود ہو۔ اللہ کریم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ایک حقیر سی مخلوق سے بدلہ لے۔ ہاں اس کا ایک نظام ہے۔ ہر فعل کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اور اس نے بتا دیا کہ کون کون سے اچھے اور پسندیدہ افعال ہیں، وہ کرو، ان پر اچھے نتائج نصیب ہوں گے اور کون کون سے افعال جرائم ہیں برائی ہیں، نافرمانی ہیں، ان پر برے نتائج برآمد ہوں گے۔ اب یہ تمہارے پاس موقع تھا، گنتی کے دن تھے تم ان کو سنبھال کر خرچ کرتے۔

کَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ جیسے فرعون کی قوم یا ان سے پہلے بے شمار قومیں گذریں۔ ان کو موقع ملا، ان کو فرصت ملی، پھر ان کے پاس انبیاء مبعوث ہوئے۔ انہوں نے انبیاء کا بھی انکار کر دیا، عظمت الٰہی کا بھی انکار کر دیا۔ خواہش نفس کی پیروی کی، ہوا وہوس میں گرفتار ہو گئے۔ انہیں بادشاہتیں مل گئیں، دولت مل گئی، اقتدار مل گیا، اسی کے نشے میں چور ہو گئے۔ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور اللہ کے احکام کا انکار کر دیا۔ اللہ کی آیات، اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا۔ اللہ کی اطاعت نہیں کی، اللہ کے نبی کی اطاعت نہیں کی۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ فَاَخَذَہُمُ اللّٰہُ بِذُنُوۡبِہِمۡ ان کے جرائم کی وجہ سے، ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ کریم نے ان کو پکڑ لیا وہ گرفت میں آ گئے اور یہ یاد رکھو اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ یہ جان رکھو کہ یقیناً اللہ زبردست ہے، کوئی ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا اور وہ سخت عذاب دینے والے ہیں۔ جتنی اس کی عظمت، اتنا اس کا کرم ہے۔ جتنی اس کی عطا ہے، اسی معیار کے اس کے عذاب بھی ہیں۔ جو کوئی اپنے لئے اپنے ہاتھوں عذاب الٰہی کا اہتمام کرتا ہے پھر اسے کسی پر شکوہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ہمارے ہاں آج کل بھی تبدیلی کی بات ہو رہی ہے اور ہم شاید حکمرانوں کی تبدیلی یا افراد کی تبدیلی کو تبدیلی سمجھ رہے ہیں۔ افراد کوئی بھی ہوں، حکمران کوئی بھی ہوں اس سے فرق نہیں پڑتا۔ فرق پڑتا ہے کردار کی تبدیلی سے۔ جو لوگ آج حکمران ہیں اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے دے اور وہ نیکی کا راستہ اختیار کر لیں تو وہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے پھر بھی حالت بدل سکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ حکمران ہی بدلے جائیں۔ بدلنا کردار کو ہوتا ہے، تبدیلی کردار کے بدلنے کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہوا ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمۡ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعۡمَۃً اَنۡعَمَہَا عَلٰی قَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ اللہ لوگوں کو جو نعمتیں عطا فرماتا ہے وہ بدلتا نہیں جب تک لوگ اپنے آپ کو بدل نہیں لیتے۔ جب لوگوں کا کردار بدلتا ہے تو اس کے نتائج بھی بدل جاتے ہیں۔ اللہ کریم ہر ایک کو آزاد پیدا فرماتا ہے، عقل وشعور عطا فرماتا ہے، حیات عطا فرماتا ہے، ہر بندے کو مواقع عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ بھلائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اسے اچھے نتائج

نصیب ہوتے ہیں اگر وہ برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے، ظلم کرتا ہے تو برے انجام سے دوچار ہوتا ہے۔

ظلم کہتے ہیں وَضعُ شَیئٍ غَیرَ مَحلِہٖ کسی چیز کو ایسے مقام پہ رکھنا جو اس کا مقام نہیں ہے یہ ظلم ہوتا ہے۔ کوئی کام بھی جو غلط طریقے سے کیا جائے جو اس کے کرنے کا طریقہ نہیں ہے وہ ظلم ہوگا۔ اب بندہ خود جھوٹ بولتا ہے، رشوت لے لیتا ہے یا رشوت دے کر اپنا ناجائز کام کرواتا ہے۔ سفارش کرتا ہے یا سفارش کروا کر ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ کاروبار کرتا ہے تو لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے بتاتا اور ہے بیچتا کچھ اور ہے۔ قیمت کم ہوتی ہے وہ زیادہ لے لیتا ہے، لینے میں زیادہ لے لیتا ہے دینے میں کم دیتا ہے تو یہ سارے کیا ہیں؟ مختلف اقسام کے ظلم ہیں۔ اب جو بندہ خود ظلم کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ تو کھیتی ہے جو ہم بیج رہے ہیں ایک آدمی جو بیجتا ہے اور وہ سمجھتا ہے جب فصل پک کر تیار ہو تو گندم حاصل ہو بھئی! جو بیج کر گندم کہاں سے حاصل ہوگی؟

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

گندم بیجو گے تو گندم ہوگی، جَو بیجو گے تو جَو ہی حاصل ہوں گے۔ اعمال کے نتائج سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے۔ اگر واقعی ہم تبدیلی کے خواہشمند ہیں، تبدیلی کے طلبگار ہیں تو تبدیلی سے مراد ہوتی ہے مثبت تبدیلی۔ حالات اچھے ہو جائیں، مہنگائی کم ہو جائے، بیروزگاری کم ہو جائے، چور بازاری کم ہو جائے، چوری ڈاکہ کم ہو جائے، قتل و غارت گری سے نجات ملے، لوگ پرامن رہ سکیں، لوگوں کو انصاف ملے، تعلیم عام ہو جائے، ہر بچہ تعلیم حاصل کر سکے، لوگوں کو حلال اور جائز روزی نصیب ہو تو بڑی بڑی قیمتی چیزیں ہیں جن کے ہم طلبگار ہیں۔ اس سب کے لئے ہمیں اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ ہم اپنا عقیدہ درست کریں، اپنا کردار درست کریں، اپنی گفتار درست کریں، اپنے اعمال درست کریں۔ جب ہم درست ہوں گے جو نتیجہ ہمارے ہاتھ آئے گا وہ بھی درست آئے گا۔ یہ تبدیلی کی بنیاد ہے۔

ہمارے سیاستدانوں کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنی سیاسی جماعتوں میں بڑے بڑے بااثر لوگوں کو، زمینداروں کو جن کے پاس مزارعین کے ووٹ ہیں، کاروباری لوگوں کو جن کے پاس ملازموں کے ووٹ ہیں، وڈیروں، سرداروں نوابوں کو لے آئیں وہ یقیناً سیٹیں جیت لیں گے۔ ان کے پاس ملازم ہیں، مزارعے ہیں، غریب لوگ ہیں، ان سے ووٹ لے لیں گے۔ اور یوں ہماری سیٹیں بن جائیں گی اور ہمیں حکمرانی کا موقع مل جائے گا۔ اس سے کیا تبدیلی آئے گی؟ یہ تبدیلی تو ہوگی کہ کچھ لوگ چلے جائیں گے کچھ لوگ حکومت میں آجائیں گے لیکن عام آدمی کی حالت نہیں بدلے گی۔ ظلم شاید اور بڑھ جائے گا، ناانصافی ہوسکتا ہے شاید اور بڑھ جائے، مہنگائی اور بڑھ جائے۔ تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ یہ حالات بدلیں، ظلم رک جائے، ظلم کم ہو جائے۔ اگر رکتا نہیں، تو کم تو ہو۔ اگر قتل و غارتگری کم ہو جائے، لوٹ مار اور رشوت کا بازار کم ہو جائے تو اس کے لئے ہمیں پہلے خود کو بدلنا ہوگا۔ فرمایا اللہ کریم کسی کی حالت تبدیل نہیں فرماتے۔ اس نے انسان کو عقل و شعور دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ کس کام کا نتیجہ کیا ہوگا۔ ہمیں جھوٹ ترک کرنا چاہیے، سچ بولنا چاہیے۔ ہمیں چوری چھوڑ دینی چاہیے، مزدوری کرنی چاہیے۔ ہمیں ظلم نہیں کرنا چاہیے تاکہ ہم پر ظلم نہ ہو۔ اور اللہ کے قانون اتنے مضبوط ہیں اتنے پکے ہیں کہ کروڑوں لوگ اگر جھوٹ بول رہے ہیں زیادتی کر رہے ہیں تو ان میں اگر چند لوگ سچ بولنا شروع کر دیں گے تو جس طرح آتش نمرود میں ابراہیم علیہ السلام محفوظ رہے تھے پورے معاشرے کی برائی میں وہ لوگ جو دامن حق تھام لیں گے اللہ انہیں محفوظ رکھے گا، ان کی زندگی پرسکون ہوگی اور وہ مختلف مظالم سے محفوظ ہوں گے۔ تو اگر

ساری قوم اپنے حالات بدل دے۔دکان دار کم تولنا چھوڑ دیں ،دھوکہ دینا چھوڑ دیں، جو پیسے لیتے ہیں اس کے عوض صحیح چیزیں دیں،مزدور دیانتداری سے مزدوری کرے، مالک کسی مزدور کا حق نہ مارے۔اگر ہم میں یہ تبدیلی آئے گی تو حالات بدل جائیں گے ،یہ ملک جنت بن جائے گا۔ انصاف کا دور دورہ ہوگا ،بے روزگاری ختم ہوجائے گی، کسی کو کسی سے کوئی اندیشہ نہیں ہوگا،کوئی ڈر نہیں ہوگا۔عدل ہوگا،انصاف ہوگا۔تو فرمایا اللہ کریم کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک لوگ خود کو نہیں بدلتے وہ ان کے حالات تبدیل نہیں فرماتا۔اسے زیب ہی نہیں دیتا کہ ایک آدمی جَو بیج رہا ہے تو وہ اس پر گندم اُگا دے۔کیوں اگا دے؟اس کا اپنا قانون ہے جَو سے جَو پیدا ہوگا۔وہ لوگوں کے لئے تو اپنا قانون تبدیل نہیں فرمائے گا۔ گندم بیجیں گے، گندم اٹھالیں گے۔اپنی زندگی میں تبدیلی لاؤ، حالات میں تبدیلی آجائے گی۔ اگر تھوڑے لوگ بھی حق کا دامن تھام لیں ،اللہ ان کے لئے بدامنی میں بھی امن پیدا فرمادیں گے، اس چور بازاری میں بھی انہیں محفوظ رکھیں گے۔ ہر بندہ یہ چاہتا ہے کہ میں تو جو چاہتا ہوں کرتا رہوں۔ چوری بھی کروں ،ڈاکہ بھی کروں ،جھوٹ بھی بولوں، رشوت بھی کھاؤں لیکن میرے ساتھ بہت انصاف ہونا چاہیے۔یہ کیسے ممکن ہے؟ تو فرمایا ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ وہ نعمتیں جو کسی قوم کو عطا فرماتے ہیں وہ چھینتے نہیں ہیں یا ان کے حالات تبدیل نہیں کرتے جب تک وہ خود اپنے حالات کو تبدیل نہیں کر لیتے۔جب وہ برائی پر، نافرمانی پر آجاتے ہیں تو وہ نعمتیں بھی مصیبت ہیں اور راحتیں بھی تکلیف میں بدل جاتی ہیں۔اور یہ بھی یاد رکھو وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ ہر بات کو ذاتی طور پر سننے اور جاننے والا ہے۔اللہ ہر بات کو سنتے ہیں جو تمہارے لب سے نکلتی ہے ،ہر اس خیال کو جانتے ہیں جو بھی تمہارے دل میں چھپا ہوا ہے۔تم نے شاید

ابھی سوچا بھی نہیں ہوگا تمہیں بعد میں خیال آئے گا کہ میں یہ بھی کرلوں۔اللہ کریم اسے ازل سے جانتے ہیں کہ تم کیا کیا کروگے یعنی وہاں کوئی غلطی نہیں لگتی کہ تم بھلائی کر رہے ہو اور تم پر ظلم ہو رہا ہے، ایسا نہیں ہوتا۔تم اچھائی کر رہے ہو اور تمہیں برائی پیش آرہی ہے، ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ جانتے ہیں ۔فرشتوں کا لکھنا ،کراماً کاتبین کا لکھنا اپنی جگہ۔زمین گواہی دے گی،درخت اور پتھر گواہیاں دیں گے انسان کے کردار پر،اس کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے،اس کی جلد گواہ بن جائے گی یا اللہ!اس نے یہ بھی کیا یہ بھی کیا لیکن یہ ساری گواہیاں خود اس انسان کو یقین دلانے کے لئے ہوں گی کہ دیکھ جو کچھ تو کرتا رہا اس کے کتنے گواہ تیرے اردگرد موجود تھے۔اللہ کے علم میں اضافے کے لئے نہیں ہوں گی۔ وہ تو جانتا ہے ،اس کا علم قدیم ہے وہ ازل سے جانتا ہے کون کیا سوچے گا ،کیا کرے گا۔تو جب وہ جانتا ہے تو تم برائی کر کے نیکی کیسے پاؤ گے؟ تم اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے ،اس کے نظام کو دھوکہ نہیں دے سکتے،تم اس کی قدرت کاملہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔لہٰذا اگر تبدیلی چاہتے ہو تو خود کو بدلو۔اگر کوئی شخص ملک میں مثبت تبدیلی چاہتا ہے خاندان میں مثبت تبدیلی چاہتا ہے تو دونوں طرح سب سے پہلے اسے اپنے آپ کے اندر مثبت تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔خود بدلے گا، ماحول بدلے گا تو ہوسکتا ہے رفتہ رفتہ سارا ملک بدل جائے۔ایک ایک کر کے تبدیل ہوتے جاؤ گے تو مثبت تبدیلی آجائے گی۔

کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ فَاَھْلَکْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَکُلٌّ کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ تمہارے سامنے آل فرعون کی مثال بھی موجود ہے اور اس سے پہلے بھی جو قومیں تھیں ان کی بھی مثال موجود ہے۔بڑے بڑے لوگ ،حکمران ،بڑے بڑے شہنشاہ ،بڑے بڑے طاقتور امراء، جرنیل دنیا میں آئے جس کسی نے بھی اللہ کی

نافرمانی کا راستہ اپنایا عذاب الٰہی کا شکار ہو گیا۔ فراعنہ مصر نے کئی صدیوں تک مصر پر حکومت کی۔ بہت بڑی طاقت تھی بہت مالدار سلطنت تھی لیکن ظلم کرتے تھے۔ اللہ کے نافرمان تھے، مشرک تھے، کافر تھے۔ كَذَّبُوا بِـايٰتِ رَبِّهِـمْ اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اللہ کے احکام کا انکار کیا، تکذیب کی، جھٹلا دیا کہ یہ غلط ہے جو ہم کہتے ہیں وہ صحیح ہے فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے انہیں گرد بار کر دیا، تباہ کر دیئے گئے، قوموں کی قومیں سیلاب میں غرق ہو گئیں، زمین پھٹ گئی، اس میں سا گئیں۔ آسمانوں سے پتھر برسے، آسمانوں سے آگ برسی، بادل اُمڈ اُمڈ کر آئے اور لوگ بڑے خوش ہوئے کہ اب بڑی بارش برسے گی۔ برسے تو ان میں سے پانی کے بجائے آگ برسی۔ اپنے جرائم کے باعث تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ بِذُنُوْبِهِمْ ان کی تباہی کا سبب ان کا اپنا کردار تھا ان کے اپنے گناہ تھے۔

قرآن کریم یاد دلاتا ہے کہ اے انسان! تو اکیلا ہی دنیا میں نہیں آیا تجھ سے پہلے بے شمار لوگ آئے قومیں آئیں، حکمران آئے، بادشاہ، جرنیل، امراء اور وزراء آئے۔ بڑے بڑے دولتمند، بڑے بڑے زمیندار آئے، بڑے بڑے خان اور نواب آئے۔ ذرا ان کا انجام تو دیکھو کیا ہوا، کیوں ہوا؟ جس جس نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی، اللہ کی آیات کو جھٹلایا، بالآخر وہ تباہی سے دوچار ہوا اور ایسا تباہ ہوا کہ اس کا نشان بھی ناپید ہو گیا اور جتنے لوگ تباہ ہوئے، فرمایا وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ سب ظالم تھے، سب غلط کار تھے۔ سب غلط کام، غلط عقیدہ، غلط بات کرنا، غلط کام کرنا ظلم ہے۔ ہر برائی چھوٹی ہو یا بڑی ظلم کے زمرے میں آجاتی ہے۔ ظلم چھوٹا ہے یا بڑا، ظلم پھر ظلم ہوتا ہے بالآخر تباہ ہو گئے۔ علماء حق گناہ کبیرہ وصغیرہ کی بات کرتے ہوئے کچھ گناہ گنواتے ہیں کہ یہ کبائر میں آتے ہیں باقی چھوٹے گناہ ہیں، کبائر میں بڑے گناہ ہیں۔ لیکن اس کا حاصل کلام فرماتے ہیں کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، گناہ گناہ ہوتا ہے جرم، جرم ہے۔ اور چھوٹا جرم بھی اگر آدمی مسلسل کرتا رہے گا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی میں وہ کنکریاں لاد رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی کنکریاں مسلسل کشتی میں لادتا رہے تو ان کنکریوں کا بوجھ بھی ایک دن کسی چٹان کے برابر ہو جاتا ہے اور وہ کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ تو اس پر نہیں رہنا چاہیے کہ یہ تو چھوٹا گناہ ہے۔ گناہ، گناہ ہے، چھوٹا بھی گناہ ہے اور اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ گناہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرنی ہے تو کوئی گناہ چھوٹا نہیں رہتا پھر ہر گناہ بڑا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بارگاہ بہت بڑی ہے وہ دربار بہت عالی ہے۔ فرمایا وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ جتنی قوموں پر، جتنے لوگوں پر، جتنی سلطنتوں پر، جتنی ریاستوں پر تباہی آئی وہ سارے غلط کار تھے۔

قرآن کریم کا موضوع تاریخ نہیں ہے۔ قرآن قوموں کی تاریخ بیان نہیں کرنا چاہتا۔ قرآن قوموں کے واقعات عبرت کے طور پر ارشاد فرماتا ہے تاکہ ہم ان حالات کے مقابلے میں اپنے آپ کو دیکھیں کہ کہیں ہم بھی گناہ تو نہیں کر رہے۔ آپ دیکھ لیں جتنی ہمارے سامنے پاکستان بنا الحمدللہ۔ پھر اس میں مختلف تبدیلیاں آئیں ہندوستان کے ساتھ جنگیں بھی ہوئیں ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا اسی ملک میں رشوت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ عدالتوں کا احترام تھا، سکولوں میں تعلیم دی جاتی تھی، لوگ رات دن سفر کرتے تھے کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں نے کہا کہ ہم نئی تہذیب میں ڈھل رہے ہیں اسے نئی روشنی کا نام دیا گیا۔ نئی روشنی آگئی۔ نئی روشنی کیا تھی؟ بے حیائی عام ہوتی گئی، برائی عام ہوتی گئی، اللہ کی نافرمانی عام ہوتی گئی، بے پردگی عام ہوتی گئی۔ نتیجہ کیا ہوا۔ جوں جوں اس اندھیرے کا نام ہم نے روشنی رکھ لیا یہ جو ظلمت تھی، اندھیرا تھا، اس کو ہم نے روشنی سمجھ لیا۔ اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے لئے ہم نے اس کا نام روشنی رکھ لیا، نئی روشنی آگئی۔ وہ روشنی جتنی بڑھتی گئی ہمارے حالات اتنے تباہ ہوتے چلے گئے۔ آج اسی

ملک میں عدالت میں خود جج محفوظ نہیں، دوسرے کو عدل کیا دے گا؟ کتنے جج عدالتوں میں قتل ہو گئے، کتنے لوگ عدالتوں میں قتل ہو گئے، تھانوں میں قتل ہو گئے۔ آج پولیس خود چھپتی پھرتی ہے۔ تھانوں کے آگے بیس بیس فٹ کی پوری دیواریں بنا دی ہیں اور حکمران خود چھپتے پھرتے ہیں۔ تو جو حکمران خود جان کے خوف سے چھپتے پھرتے ہیں، امن قائم کرنے کے ادارے بدمعاشوں کے ڈر سے خود چھپتے پھرتے ہیں، وہ دوسروں کا، پبلک کا، عام آدمی کا تحفظ کیا کریں گے۔ اس کی جان کی حفاظت کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ دیکھ لیں کہ روزانہ ہر شہر میں قتل کی، تباہی کی، لوٹ مار کی خبریں آتی ہیں۔ اور اب تو مردے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ زندوں کو تو خطرہ تھا ہی اب ہم اس سطح پر پہنچ چکے ہیں کہ لوگ قبریں اکھیڑ کر مردے لے جاتے ہیں۔ ان کی ہڈیاں بیچ دیتے ہیں یا بچوں کی قبریں اکھیڑ کر جادو کرتے ہیں یا کیا کرتے ہیں۔ لیکن اب قبرستانوں میں مردے بھی محفوظ نہیں آخر ہم کہاں جانا چاہتے ہیں؟ اس برائی میں ہم کہاں تک چلے جائیں گے۔ کب ہمیں خیال آئے گا کہ ہم توبہ کریں، اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور اللہ کے حبیب ﷺ سے عہد وفا باندھ لیں۔ ہماری مسلمانی صرف یہ رہ گئی ہے کہ جب ربیع الاول آئے گا ہم ڈھول باجے بجائیں گے، حلوے پکائیں گے، دیگیں پکیں گی، جلوس نکلیں گے، شور شرابا ہوگا۔ کیوں؟ جی حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی منا رہے ہیں۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ ربیع الاول گذر جائے گا پھر خاموشی چھا جائے گی پھر سال بعد ربیع الاول آئے گا پھر ہم جلسے جلوس ڈھول باجے، تماشے اور غیر اسلامی حرکات کر کے اس معلم اسلام ﷺ کی خوشی منائیں گے۔ یعنی مذاق ہو گیا دین کے ساتھ بھی۔ کردار رہا نہیں ہر بندہ صرف پیسہ جمع کرنا چاہتا ہے۔ لوٹ کر، چوری سے، سینہ زوری سے۔ اور دولت ہی کسی کی عزت کا معیار بن گئی ہے۔ جس کے پاس جتنا پیسہ ہے وہ اتنا معزز ہے۔ اس کا نتیجہ بھی وہی ہوگا۔ فرمایا پہلوں کی مثال دیکھو تم سے پہلے لوگ تم سے زیادہ روشن خیال تھے۔ کہاں پہنچے؟ وَكُلٌّ "كَانُوا ظٰلِمِيْنَ" یہ سب غلط کار تھے۔ برائی کرنے والے تھے اس لئے تباہ کر دیے گئے۔ تو لوگو! اگر ہمیں واقعی تبدیلی چاہیئے، مثبت تبدیلی چاہیئے تو ہمیں اپنے آپ کو تبدیل کرنا ہوگا، اللہ کی نافرمانی سے توبہ کرنی ہوگی، رسول اللہ ﷺ کا اتباع اختیار کرنا ہوگا، اللہ کے قرآن کو پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔ یہ راستہ ہے تبدیلی کا جسے ہم واقعی تبدیلی کہہ سکتے ہیں۔ یہی انقلاب ہے اور یہی مثبت تبدیلی جس میں دنیا میں بھی آرام امن وعافیت مل سکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ ہمیں معاف کرے خدانخواستہ اگر ہم اسی طرح برائی پر کمربستہ رہے تو پھر کوئی بھی ہمیں بھلائی کی طرف نہیں لے جائے گا۔ اب ہم نے مزید ترقی کر لی۔ پہلے ڈھول، باجے تاشے، گانے بجانے کی محفلیں الگ ہوتی تھیں اب ایک نئی ترقی ہوگئی کہ سیاسی جلسے میں بھی ڈوم اور سارے گویے بلا لو اور لوگوں کو بھی تالیاں مارنے اور اچھلنے کودنے پر لگا دو۔ یہ تبدیلی آ رہی ہے۔ یار یہ تبدیلی تو بڑی مدت سے آئی ہوئی ہے۔ اس تبدیلی کا تو ہم خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اب تو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نام کی تبدیلی لاؤ، کوئی مثبت تبدیلی لاؤ۔ کوئی ایسی بات کرو جو شرم وحیا کی طرف لے کر جائے، جو سنجیدگی کی طرف لے کر جائے۔ اور یہ 2011 کا تحفہ ہے کہ 2011 میں پہلی بار سیاسی جلسے میں بھی گانے بجانے کو آشنا کر دیا گیا۔ کمال ہے، حیرت ہوتی ہے اس قوم کی عقل پر کہ یہ کیا چاہتی ہے اور کیا تبدیلی، کون سی تبدیلی اس کی تمنا ہے۔ اللہ نے پہلی قوموں کے حالات بھی کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور یہ فیصلہ فرما دیا کہ جب تک خود کو نہیں بدلوگے تمہارے حالات میں کوئی اچھی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بندہ خود ظلم کرے اور سمجھے کہ میرے ساتھ انصاف ہو، ایسا نہیں ہے۔ اللہ ہمیں سمجھ بھی دے، توبہ کی توفیق بھی دے اور ہماری توبہ قبول بھی فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆☆☆

# من الظلمٰت الی النور

سلطان احمد انڈیا

1960 میں سلسلہ قادریہ سے منسلک ہوا جبکہ نماز وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ 1968 میں کسی نے مجھ سے دھوکہ دے کر بیس ہزار روپیہ ٹھگ لیا اور اس چکر میں میں طرح طرح کے عاملوں، جوگیوں کے پیچھے بھاگتا رہا۔ آخر میں ایک مست (مجذوب) سے ملاقات ہوئی پہلی بار جب رات کو وہاں سویا تھا تو موج میں کہنے لگے دریا پڑتا ہے تو چیر دو اور میں یہ سن کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن ملنے ملانے کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ مجھے اکثر و بیشتر اپنے بازوؤں میں لے کر ہوا میں اڑتے تھے اور میں ہمیشہ منبر کے نزدیک تسبیحات کرتے ہوئے اپنے کو خواب میں دیکھتا تھا۔ ایک دن اسی طرح خواب میں عرش پہ لے گئے اور کہتے ہیں جا کر جو لکھنا ہے دفتر میں لکھ لو۔ اسی طرح مسجد نبوی میں مسجد کی دعا اور درود پڑھ کر اندر گیا مگر حضور ﷺ سے مصافحہ نہیں کر پایا۔

23 مارچ کو انھوں نے بتایا کہ بنگلہ دیش بن جائے گا لیکن ابھی دیر ہے اور جب بن گیا تو زار و قطار رونے لگے کہنے لگے کہ مسلمانوں کا بہت خون ہو رہا ہے۔ پھر انھوں نے بتایا کہ تیس 33,30 سال کا دیر ہے ہر جگہ اسلامی پرچم لہرائے گا۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے دوست شاگرد سے تعلق رہا۔ مجھ سے وہ تنگ ہو کر کہنے لگے کہ تم عرب جانے کی تیاری کرو تم مستان بننا چاہتے ہو تو ممکن نہیں ہے۔

1972 میں مسقط گیا اس کے بعد العین (ابوظہبی) آ گیا۔ وہاں آخیر میں ہسپتال میں کام کر رہا تھا۔ چھٹی میں اکثر و بیشتر ہندوستان جاتا تھا۔ 1983 میں ان کے انتقال سے پہلے میں نے پوچھا کہ بڑے مجذوب صاحب نے آپ سے ملایا تھا آپ کس سے ملاتے ہیں تو انھوں نے برجستہ کہا کہ جاؤ تم کو آدمی (بزرگ) مل جائے گا۔

1989 میں العین میں کسی گھر میں ابوظہبی سے چوہدری محمد یوسف صاحب ذکر کروانے کے لئے آئے۔ (چوہدری محمد یوسف صاحب اس وقت ابوظہبی میں ملازمت کرتے تھے اور اکثر ذکر کروانے کے لئے متحدہ عرب امارات میں مختلف مقامات پر جایا کرتے تھے۔ آجکل لاہور میں ہیں اور صاحب مجاز ہیں) میں اس میں شامل ہوا انھوں نے بیان کے بعد ساتوں لطائف کرائے تو میں نے اس گھر والے کو کہا کہ ان کو اگلے ہفتہ بھی بلائیں تو انھوں نے سوال کیا کیوں؟ میں نے بتایا کہ یہ کھلا بانٹ رہے ہیں جبکہ اور سلسلہ کے لوگ ایک ایک لطائف کراتے ہیں۔ اس طرح میں اس سلسلہ سے منسلک ہوا۔

1989 میں حضرت مدظلہ العالی دوبئی تشریف لے گئے وہاں دو ذکر ان کے ساتھ کیے۔ 1990 میں جب حضرت مدظلہ وہاں گئے تو میں اپنے ملک چھٹی پر گیا ہوا تھا جس کا مجھے بعد میں بہت ہی افسوس ہوا۔ 1991 میں جب حضرت مدظلہ العالی ابوظہبی آئے تو میرے دل میں بات آئی کہ ظاہری بیعت ہونا ضروری ہے لیکن ذہن میں بات آئی کہ وہ تو پاکستان سے آتے ہیں اور نوکری ختم ہوگئی تو میں ہندوستان چلا جاؤں گا پھر ملاقات

نہیں ہوگی۔ لیکن پھر بھی 19 نومبر 1991 کو میں ظاہری بیعت سے سرفراز ہوگیا اور تین دنوں بعد روحانی بیعت سے سرفراز ہوگیا اور تقریباً ایک ہفتہ بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مدّظلّہ صوفے پہ تشریف فرما ہیں۔ میں نے سلام کیا اور حضرت نے میری داڑھی کو بوسہ دے کر فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہو دنیا میں جہاں کہیں بھی رہو گے فیض ملتا رہے گا (یہ میرے سوالوں کا جواب تھا)۔ سلسلہ میں آنے کے بعد کسی نے مجھ سے یہ نہ کہا کہ داڑھی رکھ لو میں نے خود ہی 1990 میں داڑھی رکھ لی۔

خوابوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جس میں ایک خاص خواب یہ ہے کہ دس گیارہ سال کا بچہ ہوں اور حضرت کا قمیض اور جوتا پہنا ہوں اور حضرت کی انگلی پکڑ کر ان کے ساتھ چل رہا ہوں۔ جب بھی حضرت ابوظہبی تشریف لے جاتے اُن کے ساتھ ذکر کرنے کا موقع ملتا تھا۔ 1996 میں حضرت کا آخری دورہ ابوظہبی تھا۔ میری بیوی کا 2003 میں انتقال ہوا۔ بچیوں کی وجہ سے میں ہندوستان چلا آیا کہ اللہ نے وہاں کی روٹی بند کردی۔ 2003 میں نوکری ختم ہونے پر میں عمرہ پر چلا گیا وہاں ایک صوفی ملے، ہفتہ بھر کا ساتھ رہا۔ انھوں نے ایک دن کہا کہ سلطان صاحب آپ کب پاکستان آرہے ہیں آپ کا فائدہ ہوگا اور جب میں 2004 میں آیا تو سالک المجذوبی ہوگئی۔ لیکن 2004 میں ویزا کے سلسلہ میں پاکستان سفارتخانہ میں گیا تو وہاں سکینڈ سیکرٹری سے بحث ومباحثہ ہوگیا۔ اس نے کہا کہ کوئی شک نہیں مولانا اللہ یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت پائے کے بزرگ تھے مگر مولانا اکرم صاحب نے اُن سے زبردستی خلافت لے لی جبکہ اُن کے لڑکے کا حق تھا۔ میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ یہ کرسی (بزرگوں کی) اللہ اور اس کے رسول سے ملتی ہے آپ کے مشرف والی بات نہیں ہے جس نے نواز شریف کو مار بھگایا اور خود بیٹھ گیا۔ پھر اس نے سوال کیا آپ حضرت مدّظلّہ العالی کو کیسے جانتے ہیں میں نے بتایا کہ ابوظہبی میں مرید ہوا تھا پھر اس نے کہا منارہ کا علاقہ حساس ہے۔ میں آپ کو کراچی کا ویزہ دے سکتا ہوں تو میں نے انکار کردیا کہ مجھے اپنے شیخ سے ملنا ہے پھر پتہ نہیں اس کے دل میں کیا آیا ویزہ دے دیا۔

2009 میں اللہ کی رحمت ہوئی اور میں آسانی سے آگیا سفارتخانہ والے حضرت مدظلہ العالی کو جانتے تھے۔ آکر اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ اللہ کی رحمت ہے اور حضرت جی کی شفقت کہ کسی کے پیش کرنے کے بغیر حضرت مدّظلّہ العالی نے عرشی منازل کرادیئے۔ امسال 1995 بھی پریشانی کے باوجود ویزہ لگا اور حضرت جی کی شفقت ہوگئی۔

حضرت مدّظلّہ العالی کے انوارات کا یہ عالم ہے کہ 1995 میں جب ملک میں چھٹی پر آیا تھا تو میری پانچ نمبر کی بچی پر جن سوار تھا۔ کسی عامل نے طنزیہ کہا کہ تم صوفی ہو خود کرو۔ 1995 میں میں حضرت مدّظلّہ العالی سے ابوظہبی میں مل کر آیا تھا اس کے بعد حضرت مدّظلّہ العالی عمرہ کر کے دوبارہ العین واپس آئے ایک لڑکے نے فون پر بتایا کہ آپ جلدی آجائیں میں نے جواباً کہا کہ میرے آتے آتے حضرت مدّظلّہ العالی چلے جائیں گے۔ حضرت مدّظلّہ العالی کا سن کر دن بھر میری کیفیت عجیب رہی اور جب میں بیوی بچوں کے ساتھ ذکر کرنے بیٹھا تو ان جنات نے اُس لڑکی کو کہا کہ جاؤ تم کو بخش دیا اور وہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس طرح کے انوارات کے بہت سارے واقعات ہیں فی الحال ذہن سے باہر ہیں اور میں ایک جاہل انسان ہوں، یاداشت کی بھی کمی ہے سب سے عرض کرتا ہوں کہ میری استقامت کے لیے دعا فرمائیں تاکہ حضرت جی کی شفقت مجھ پہ رہے

سلطان احمد، انڈیا

☆☆☆☆☆

# روح کی اُم الامراض......تکبر

سید اعجاز احمد شاہ بخاری......مظفر گڑھ

تصوف قرآن مجید کے لفظ "تزکیہ" کا فارسی ترجمہ ہے یعنی دل کو پاک صاف کرنا۔ یہ فرائض نبوت میں سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات تعلیم و تربیت میں بھی منجملہ صفات تھی۔ آپ ﷺ کی زیر تربیت صحابہ کرامؓ نے شریعت مطہرہ پہ اس خلوص سے عمل کیا کہ وہ تاریخ کا مثالی کردار بن گئے۔ انہوں نے اپنے ہر عمل میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھا جس کی طرف حدیث احسان واضح اشارہ کرتی ہے۔ آج بھی خلوص کا معیار یہی ہے اپنے آپ کو شریعت کے اس معیار پہ رکھنے کیلئے طریقت کی اشد ضرورت ہے۔ جو لوگ اس شعبہ سے متعلق ہیں انہیں صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کہا جاتا ہے۔ ان حضرات کی صحبت سے مستفید ہونے والوں کو سالکین کہا جاتا ہے۔ صوفیاء کرام اپنی زیر نگرانی بندہ کو کثرتِ ذکر اللہ پر کاربند رکھتے ہوئے تربیتی مراحل سے گزارتے ہیں جن کا ایک خاص نصاب ہوتا ہے۔ کثرت سے ذکر کرنا قرآن حکیم کا حکم اور تزکیہ کی ضرورت ہے۔ دوسرے الفاظ میں کثرت ذکر روح کی غذا ہے جس کے بغیر خلوص ناممکن ہے۔ جو بندہ ہر حال میں اپنے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر لیتا ہے شیطان کے حملوں اور اپنے نفس کی شرارت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

نفس کی شرارت شیطان کے حملہ سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ اس نفسانی دھوکے سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان اپنی ذاتی حیثیت سمجھ جائے کہ دراصل انسان ہے کیا؟ عربی کا مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ یعنی اپنے نفس کو پہچاننے والا اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پالیتا ہے۔ انسان کی ابتداء اور انتہا کیا ہے؟ انسان کا چلنے پھرنے والا جسم ایک خول ہے جس سے نکلنے والی ہر چیز غلیظ ہے یا پھر پلید جس سے خود انسان بھی نفرت کرتا ہے۔ کبر یعنی تکبر کرنا قرآن وحدیث کے ارشادات کے مطابق سخت ترین مرض ہے۔ طریقت میں تو بہت ہی مہلک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق وہ ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ رکھے گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں۔ کیونکہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اس کا حق ہے جو واقعہ میں بڑا ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ قرآن پاک میں تکبر کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کو حقیر مت سمجھو کہ صغیر مسلمان بھی اللہ کے نزدیک کبیر ہوتا ہے۔

(ارشاد: السلوک صفحہ 114)

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ بندہ جب تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرماتے ہیں اور جب تکبر کرے اور اپنی حد سے بڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ذلیل ہو۔ پھر وہ اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے۔ حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسجد کے دروازہ پر یہ آواز دے کہ تم میں جو سب سے بُرا ہے باہر آجائے تو خدا کی قسم مجھ سے آگے کوئی نہیں بڑھے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے جب یہ قول سنا تو فرمایا اس بات نے تو مالکؒ کو مالک بنا رکھا ہے۔

اخلاق سیئہ کو چھڑانے کیلئے کثرت ذکر ضروری ہے تا کہ بُرے اخلاق کثرت ذکر کے نیچے دب کر مٹ جائیں اور ذکر تمام باتوں پر غالب آجائے۔ بُرے اخلاق تعداد کے لحاظ سے دس گنوائے جاتے ہیں پھران دس کا خلاصہ تکبر ہے۔ اگر یہ دور ہوجائے تو باقی خود بخود دور ہوجاتے ہیں۔ کسی شیخ کے پاس ایک شخص مدتوں صحبت میں رہا آخر شکایت کی کہ قلب کی حالت درست نہیں ہوئی۔ شیخ نے فرمایا کہ میاں درستی سے تمہارا کیا مقصد ہے۔ عرض کی، حضرت جو نعمت آپ سے ملے گی آپ سے لے کر دوسروں تک پہنچاؤں گا۔ شیخ نے فرمایا اس نیت ہی کی تو خرابی ہے کہ پہلے ہی پیر بننے کی ٹھان رکھی ہے۔ اس فضول خیال کو جی سے نکال دو اور یوں خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ جو ہمیں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رہا ہے اس کا شکر اور بندگی ہم پر فرض ہے۔ پس اس امید پر جو لوگ ذکر و شغل کرتے اور نماز وغیرہ پڑھتے ہیں کہ ہمیں اس کا نفع ملے یہ ان کی حماقت ہے اور یہ نیت کا فساد ہے (تذکرہ الرشید: صفحہ 13) حصول معرفت، حقیقی سعادت اور بڑی کامیابی ہے شیطان بھی اس رستہ پر چلنے والوں کی کوششوں کو بیکار کرنا چاہتا ہے۔ ظاہری، معروف گناہوں سے پرہیز اور تقویٰ، عبادات کی کثرت کو اپنی جگہ ہونے دیتا ہے لیکن اندر ہی اندر ام الامراض یعنی کبر کو بڑھاتا رہتا ہے جس سے سب کیا کرایا ضائع ہوجاتا ہے۔ احتیاط تو اس حد تک ہے کہ جس نے اپنی تواضع کو ثابت کیا وہ بلاشبہ متکبر ہے کیونکہ تواضع کا دعویٰ تو اپنی رفعتِ قدر کے مشاہدہ کے بعد ہوگا۔ پھر جب تواضع کا اپنے لئے دعویٰ کیا گیا تو گویا اپنے مرتبہ کی بلندی کا مشاہدہ کیا تو کبر آ گیا (اکمال الشیم: صفحہ 95) دوسروں کی عیب جوئی اور نکتہ چینی وغیرہ سے بچنا از حد ضروری ہے۔ بعض اوقات کبھی دل میں بھی عجب، تکبر آجائے تو خوب بھگتنا پڑتا ہے۔

حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کا مشہور واقعہ ہے۔ ہزاروں خانقاہیں آپ کے دم سے آباد تھیں، ہزاروں مدارس ان کے فیوض سے جاری تھے۔ اسی طرح ہزاروں شاگرد اور مریدین موجود تھے گویا خیر القرون کا زمانہ موجود تھا۔ ایک دفعہ سفر پر تشریف لے گئے ہزاروں شاگرد ہمراہ تھے جن میں حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ بھی ساتھ تھے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں ہمارا یہ قافلہ خیر و برکت سے چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر سے گزر ہوا۔ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا، بستی سے پانی نہ ملا۔ باہر کنوئیں سے چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں۔ حضرت شیخ کی نگاہ

ایک لڑکی پر پڑی تو اسی کے ہو رہے۔ تین دن بغیر کچھ کھائے پیئے گذر گئے کسی سے بات نہ کرتے تھے، سب خدام پریشان تھے۔ آخر میں نے جرأت کر کے عرض کی یا شیخ! آپ کے ہزاروں مریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں۔ شیخؒ نے متوجہ ہو کر کہا، میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں گا پرسوں جس لڑکی کو دیکھا تھا اسکی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس بستی کو چھوڑ دوں۔ میرا تمہارا نصیب مقدر ہو چکا۔ مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں۔ یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا کہ اب کام میرے بس میں نہیں۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ شیخ تقریباً بھول گئے۔ ہم نے مجبوراً بغداد کی راہ لی۔ حیرت اور افسوس کے ایک سال بعد مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں۔ گاؤں پہنچ کر دیکھا کہ شیخ جنگل میں سوئر چرا رہے ہیں۔ گاؤں کے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کیا کہ وہ جنگل میں سوئر چراتیں۔ شیخ کو دیکھا کہ نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنار بندھا ہوا ہے۔ جس عصا پر ٹیک لگا کر وعظ اور خطبہ دیا کرتے تھے اس سے سوئروں کو ہانک رہے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر سر جھکا دیا، دبی زبان میں سلام کا جواب دیا۔ حضرت شبلیؒ نے عرض کی اے شیخ! اس علم و فضل اور تفسیر و حدیث کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے؟ شیخؒ نے فرمایا میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں، میرے مولیٰ نے جیسے چاہا، کر دیا۔ زار و قطار رونے کے ساتھ دیر تک اللہ تعالیٰ سے التجا اور دعا کرتے رہے اور پھر ہمیں واپس روانہ کر دیا۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں ابھی تین منزل طے کر پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کی اس ابتلاء کا کوئی سبب ہے؟ تو شیخؒ نے فرمایا جب ہم اسی گاؤں میں اترے اور بت خانوں، گرجا خانوں پر سے گذر ہوا تو آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی آ گئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کم بخت، جاہل، احمق، بے شعور ہیں۔ اس وقت غیبی آواز آئی کہ یہ ایمان، توحید کسی کا ذاتی کمال نہیں یہ سب ہماری توفیق ہے۔ مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا (ماخوذ از شریعت و طریقت کا تلازم: حضرت مولانا محمد زکریاؒ) یہ تکبر ایسی بری بلا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ سالک کو چاہیئے کہ مشائخ عظام کے رشتہ کو مضبوط پکڑے رکھے ورنہ یہ تکبر اپنی "میں" میں مبتلا کر کے انفرادیت کی تسکین (خود پسندی) پہ چلا دیتا ہے تو پھر بندہ کسی کام کا نہیں رہتا۔

کسی نے خوب کہا تھا۔

تجھ کو تنہا کر گیا منفرد رہنے کا شوق

اب اکیلے بیٹھ کر یادوں کا منظر دیکھنا

☆☆☆☆☆☆

# توسیع مسجد دار العرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے،
یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

## حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

**جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا۔**

مسجد دار العرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا
مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلّی کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دار العرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کرسکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دار العرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال



وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

# اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

## شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

**کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ**

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں
شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دار العرفان منارہ 0543-562200

مشائخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

# سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوالاحمدین

رازدارِ نبوت، خلیفہ اوّل، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے جدامجد ہیں، آپ کی مختصر سی سوانح "حیات جاویداں" حصہ دوم میں شائع ہو چکی ہے اس میں سے ایک حصہ "المرشد" کے جون 2010ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے اس میں سے کچھ مزید پیش خدمت ہے۔

### اولین مصحف قرآن:۔

قرآن حکیم کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خصوصی اعزاز حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے قرآن مجید کو ایک مصحف کی صورت لکھوا کر محفوظ کر لیا۔ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ نے صحابہ کبارؓ بشمول حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابتؓ حضرت معاویہ اور حضرت حنظلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آیات کی ترتیب اور مقام بتا دیئے جس کے مطابق آیات اور سورتوں کو اہتمام کے ساتھ لکھ لیا جاتا۔ اسی ترتیب کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد نے قرآن حکیم کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب سے جنگ یمامہ کے دوران 1260 صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہید ہوئے جس میں حفاظ کرام کی بہت بڑی تعداد تھی۔ چونکہ حفاظت قرآن کا ایک ذریعہ حفاظ کرام بھی تھے، کثرت سے ان کی شہادتوں کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ قرآن حکیم کو تحریری صورت جمع کر لینا چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مشورے کو پسند کیا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام پر مامور کیا جو حضور ﷺ کے مقرر کردہ کاتب وحی بھی تھے۔ انہوں نے قرآن حکیم کے تحریر شدہ مختلف حصوں کو اکٹھا کیا اور حفاظ کرام کی مدد سے حضور ﷺ کی دی ہوئی ترتیب کے مطابق پورے قرآن کا مصحف تیار کیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مصحف کی مدد سے قرآن مجید کو ایک قرأت پر جمع کیا۔

### شجاعت:۔

مسند بزاز میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کفار قریش نے حضور ﷺ پر دست درازی شروع کر دی۔ اس عالم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوانہ وار آگے بڑھے۔ انہوں نے کسی کو ہٹایا، کسی کو دھکا دیا اور حضور ﷺ کو کفار کے نرغہ سے نکال لائے۔ ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے، اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ بدبختو! تم انہیں اس لئے قتل کرو گے کہ یہ کہتے ہیں اللہ میرا رب ہے۔ (الرحیق المختوم)

یہ بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریش مبارک تر ہو گئی اور فرمانے لگے: آل فرعون کا مومن اچھا تھا یا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ واللہ! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن جیسے شخص کے ہزاروں لمحات سے بہتر ہے، اس

لئے کہ وہ شخص اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایمان کا اعلان کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی شجاعت و بہادری کی عظیم مثالوں سے عبارت ہے۔ ہجرت کا واقعہ ایک پرخطر راز تھا لیکن نہ صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ پورے گھرانے کے سینے اس راز کا مدفن بن گئے۔ بدطینت ابوجہل نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس زور کا طمانچہ مارا کہ ان کی بالی کان سے جدا ہو گئی لیکن وہ یہ راز نہ اگلوا سکا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ جری اور بہادر وہ سمجھا جاتا جو جنگ و حرز میں حضور ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا کیونکہ دشمنوں کا سب سے بڑا ہدف حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ہی تھی۔ غزوہ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعزاز ہے کہ وہ عریش بدر میں غزوہ کے آغاز سے آخر تک حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ غزوۂ احد میں جو بارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے پہلو میں کفار کے بھرپور حملہ کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر محافظت کا حق ادا کر رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ اسی طرح غزوہ حنین میں جب کفار کی شدید تیراندازی کی وجہ سے لشکر اسلام میں ابتری پیدا ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان چند جانبازوں میں شامل تھے جو حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ غرض ہر مرحلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

حضور ﷺ کے وصال کے فوراً بعد فتنۂ ارتداد، جھوٹے مدعیان نبوت، قبائل کی بغاوت اور منکرین زکوٰۃ جیسے فتنوں نے یک بارگی زور پکڑا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان تمام محاذوں سے بیک وقت نبٹنا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت، استقلال اور حوصلہ مندانہ طرز عمل کا ثبوت ہے۔ جس وقت مجاہدین اسلام مدینہ منورہ سے دور مختلف محاذوں پر برسرپیکار تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کی حفاظت کی حکمت عملی تیار کی۔ باغیوں کے ایک گروہ نے مدینہ منورہ پر شب خون مارا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ان کا مقابلہ کیا اور جب باغیوں نے پسپائی اختیار کی تو دور تک ان کا تعاقب کیا۔ باغیوں نے دوبارہ حملہ کی تیاری شروع کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر اسلام کی خود قیادت فرماتے ہوئے پو پھٹنے پر باغیوں کے کیمپ پر حملہ کر دیا اور ان کا صفایا کرتے ہوئے نجد کے راستے پر مقام ذوالقصہ تک ان کا تعاقب کیا۔ اس واقعہ کے بعد باغیوں کو دوبارہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شجاعت و بہادری کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بہترین جنگی حکمت عملی اور منصوبہ بندی بھی ملتی ہے جس کے نتیجے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں، جو انتہائی پرخطر دور تھا، اسلامی حکومت کو استحکام اور وسعت نصیب ہوئی۔

انتہائے فنائیت:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:

دَارُنَا فَانِيَةٌ وَاَحْوَالُنَا عَارِيَةٌ
وَاَنْفَاسُنَا مَعْدُوْدَةٌ وَكَسْلُنَا
مَوْجُوْدَةٌ

ہمارا دنیا کا یہ گھر فانی ہے اور یہاں کے احوال و اسباب ہمارے پاس ادھارے ہیں، ہمارے سانس بھی گنتی کے ہیں لیکن پھر بھی ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس درجہ میں مقام فنا حاصل تھا، کوئی صوفی اس درجہ کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجۂ فنائیت کی شہادت خود آقائے نامدار علیہ ﷺ نے ان الفاظ میں دی:

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى مَيِّتٍ يَمْشِىْ
عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اِبْنِ
اَبِىْ قُحَافَةَ. اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ

اللہ علیہ وسلم

جو شخص مردے کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابن ابی قحافہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھ لے۔

اپنے ارادے کی مکمل نفی اور خود کو منشائے باری تعالیٰ اور آقائے نامدار علیہ وسلم کی مرضیات کے سپرد کر دینے کی چلتی پھرتی تصویر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کی صورت نظر آتی ہے۔

حضرت جیؒ درجہٗ فنائیت کے اس حال کے لئے "مردہ بدست غسال" کی اصطلاح استعمال فرمایا کرتے تھے کہ غسال جس طرح چاہے اسے حرکت دے، مردہ خود حرکت کرنے سے لاچار ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے کہ شیخ کے سامنے مرید کی بھی یہی حالت ہونی چاہیئے کہ اس کی اپنی خواہش اور ارادے کا وجود مٹ جائے۔

## حقیقی تصوف:۔

بات منازلِ ولایت کی انتہا کی ہو تو دائرہ صدیقیت کا ذکر ملتا ہے اور مناصبِ ولایت کا ذکر چھڑ جائے تو یہاں بھی بصد ادب و احترام منصبِ صدیق کا نام لینے کے بعد زبان رک جاتی ہے۔ دنیائے تصوف کی یہ عظمتیں جس ہستی کے نام سے موسوم ہیں، کسی بڑے سے بڑے صوفی کی اس ہستی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے! سلوک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم، تصوف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تمام اور درجہ احسان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکتا لیکن تصوف کے نام پر آج جس بے عملی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، کیا اس کا کوئی شائبہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں نظر آتا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اہل اللہ کے بارے میں پائی جانے والی اس عمومی غلط فہمی کا ازالہ کرتی ہے جس کے مطابق گوشہ نشینی اور ترک دنیا کو تصوف سمجھا جانے لگا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت دنیوی وسائل سے نفرت کا نہیں بلکہ ان کے حصول کا پیغام دیتی ہے تاکہ وسائل کو اللہ کے راستے میں دین کی سربلندی کے لئے اور طاغوت کے مقابلے میں استعمال کیا جا سکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ دعا کیا کرتے:

اَللّٰھُمَّ ابْسُطْ لِیَ الدُّنْیَا وَزَھِّدْنِیْ عَنْھَا

اللہ! دنیا کو میرے لئے فراخ بنا لیکن اس میں مبتلا ہونے سے بچا۔

آقائے نامدار علیہ وسلم کے عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے بعد امت پر جو مشکل ترین وقت آیا، اس موقع پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے احتیاط کے پیش نظر مشورہ دیا کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت اور منکرین زکوٰۃ سے باری باری نمٹا جائے اور جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کو مؤخر کیا جائے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس پرچم کو رسول اللہ علیہ وسلم نے کھولا تھا، میں اسے کس طرح لپیٹ کر رکھ دوں! لشکر اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رخصت فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تقریر فرمائی اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیاسی نقطۂ نظر کی وضاحت ہوتی ہے۔

"لوگو! میں تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ تم مجھ پر وہ بوجھ ڈالو گے جس کے اٹھانے کی طاقت صرف نبی علیہ وسلم کی ذات اقدس میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کی مخلوق سے آنحضرت علیہ وسلم کو منتخب فرمایا تھا اور ہر قسم کی آفتوں سے محفوظ رکھا تھا۔ مجھ میں کوئی ہمت نہیں ہے۔ میرا کام آنحضرت علیہ وسلم کی اطاعت بجا لانا ہے۔ میں کوئی نئی چیز آپ لوگوں کے سامنے پیش نہیں کروں گا۔ اگر میں سیدھا رہوں تو میری اطاعت کرو اگر ٹیڑھی راہ

اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔"

جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہم بین الاقوامی اثرات کی حامل تھی۔ اس لشکر کی روانگی سے اس وقت کی سپر پاور سلطنت روم کو یہ پیغام مل گیا کہ مسلمان اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ دوسری طرف یہود سمجھ گئے کہ بین الاقوامی ریشہ دوانیوں سے، خاص طور پر نصاریٰ کے ذریعے مسلمانوں سے اپنی جلاوطنی کا بدلہ لینا ممکن نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں محاذوں پر بیک وقت جنگ لڑی۔ لشکرِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کرنے کے ساتھ ساتھ جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف لشکر کشی کی اور اس فتنہ کا سدباب فرمایا۔ مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی اصلاح کے لئے خطوط لکھے لیکن جو سمجھنے کے لئے تیار نہ تھے، طاقت سے ان کی سرکوبی فرمائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

اَوَیُنْقَصُ الْاِسْلَامُ وَاَنَا حَیٌّ (مشکوٰۃ شریف)

کیا اسلام کو نقصان پہنچے گا اس حالت میں کہ میں ابھی زندہ ہوں۔

یہ ہے وہ سراپا عمل تصوف جس کا پیغام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ اس کے علاوہ تصوف کا ہر وہ مفہوم جو حقائق سے فرار، سمجھوتے یا بے عملی کی کوئی بھی صورت پیش کرتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار اور تعلیمات کے منافی ہوگا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصوف کے جدِ امجد ہیں، غیر انبیاء میں ولایت الٰہی کے بلند ترین منصب پر فائز ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عملی زندگی حقیقی تصوف کا مکمل نمونہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کا یہ عملی پہلو ہر صوفی کے لئے واجب الاتباع ہے اور اس کے خلاف ہر طرزِ عمل، خواہ اسے تصوف کی آڑ میں کوئی بھی نام دیا جائے، ترکِ دنیا کہا جائے یا ملامت کے نام پر شریعت سے اعراض کی گنجائش پیدا کی جائے، حقیقت سے فرار تو کہلا سکتا ہے لیکن اس کا اس حقیقی تصوف سے کوئی واسطہ نہیں۔

حضرت امیر المکرم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے عملی پہلو کو اپنے خطابات کا موضوع بناتے ہوئے اس ضمن میں اکثر یہ مثال دیا کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو ٹینک جیسا مؤثر ہتھیار مل جائے اور وہ ہر وقت اس کو چمکانے، سنوارنے اور اس کی دیکھ بھال میں لگا رہے دشمن اس کے سامنے آ جائے لیکن وہ فائر نہ کرے بلکہ بدستور ٹینک کی صفائی میں مصروف رہے تو اسے چاہیے کہ اس ٹینک میں اپنی قبر بنا لے۔ وہ صوفی جو مسلسل ذکر وفکر سے باطن کی صفائی میں تو لگا رہے لیکن تعلق باللہ سے حاصل ہونے والی قوت کو شیطان کے خلاف استعمال نہ کرے اس کا ذکر وفکر میدانِ عمل میں قدم رکھنے مانع ہو اور اس کے منازل و مراقبات حقیقت گریزی کا سبب بن جائیں تو اسے حاملِ تصوف کہنا محض ایک خود فریبی ہوگی۔

## دعائے مغفرت

1۔ شورکوٹ ضلع جھنگ سے سلسلہ کے ساتھی ڈاکٹر محمد یونس کی اہلیہ
2۔ کوئٹہ سے سلسلہ کے ساتھی عصمت اللہ کے والد محترم
3۔ میانوالی سے سلسلہ کے ساتھی محمد بشیر کی والدہ محترمہ
4۔ ڈسکہ سے سلسلہ کے ساتھی شیخ محمد آصف کے والد محترم
5۔ سیالکوٹ سے سلسلہ کے ساتھی امجد ناز کی والدہ محترمہ
6۔ ڈسکہ سے سلسلہ کی ساتھی مسز افضل کی والدہ محترمہ
7۔ کمالیہ سے سلسلہ کے ساتھی خالد محمود کی والدہ محترمہ
8۔ لاہور سے سلسلہ کے ساتھی بابا عطا محمد
9۔ ہری پور سے سلسلہ کے ساتھی حاجی محمد اسلم کی والدہ محترمہ
10۔ لکی مروت سے سلسلہ کے ساتھی محمد صدیق شاہ صاحب

وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

only verbalises the command it receives.Now the inhabitants of the heart are not in one's control whether one likes it or not. They live in his heart. All those whom he meets or hears about, they start to reside in his heart and he has no control over this. The more the habitation, the more uneasiness and complications oppear. Each resident of the heart has a demand, a wish, so a person is always listening to someone or the other. Sometimes he is cursing his enemy, sometimes thinking affectionately about his friend. He sometimes wants to cheat someone or to help someone. He wants to do away with someone and at times wants to cheer up someone. This entire activity goes on through out his life and the precious moments of life ship through. Oh Allah you gave us this heart it is so precious, but it has to go through so many turmoils that it has become so difficult to keep it at peace. It is always in some quest or the other. The thing is that if in a gathering there are different types of people, all having different thoughts, opinions and dresses and they are making their own comments and noise, the moment the king enters the gathering, all of them will keep quiet and will have their eyes on the king. They will all want to know what the king is going to say and will be very attentive. Allah says the cure of the uneasiness of the heart is also the same, "Verily in Allah's remembrance do hearts find peace" (Al,Raad.28) If Allah's remembrance is instilled in the heart all the noise and clatter will subside, as all the noise is made by worthless beings, whose importance has been established only due to the absence of the greatest. They make their demands and noise. The cure is to make a masjid inside this habitation with your intention and hard work, rest all the habitation was not made by you, or your choice. Whosoever you met or had any acquaintance with became a resident in your heart. And you cannot remove them from your heart, so your duty is to voluntarily build a masjid in this habitation and then to keep it alive with Allah's Zikr constantly. When it is time to pray , prayer must be offered when it is time to recite the Quran, recitation should be done.At no time should the masjid be without Allah's name. "And remember the Name of your Rabb and devote your self to Him exclusively". (Al Muzammil:8) Remember your Rabb in such a manner that in this entire habitation only his Zikr becomes dominant, everything else subsides under it. It is also said "Verily in Allah' Zikr do hearts find peace" (Al Raad:28) What is peace? It means that all the noise and tug of war going on within the heart, whereby it is pulled in different directions comes to an end.And it becomes engrossed in talking and thinking only about the real Lord, thus it becomes calm and poised. This peace and tranquility is indeed what we call "khuloos" (sincerity), this is what we should have for Allah and His Prophet(saw). When we are at peace with something, its importance in life increases.

**To be continued**

can write like him. Every poet feels that no other poet can write poetry like him but when this self. admiration comes in religious knowledge it becomes very dangerous. In other disciplines it is still different, a poet will only boast of his poetry if he is asked that you don't write good prose he will simply acknowledge that prose is not his field. If a prose writer is asked that you haven't written good poetry he will simply say that poetry is not his field If you ask a historian something related to science he will say that he should be asked about history. But with regligion there is a serious issue that a person who acquires religious knowledge he feels he is master of all the branches of religious knowledge where as every branch has relevant specialists.Take a simple example you may ask the most learned scholar to see two herds of sheep and then let both the herds intermingle. Now ask the scholar to identify and separate the two herds. He will not be able to do it. If you ask the illiterate shepherd to do so he will do it in no time because he recognises each and every sheep where as to us they all look the same. The fault is not with the scholar actually, this is not his field,while it is not the excellence of the shepherd, it is his field.The religious scholars too have erred at this point they feel that since they are so well read they know about the faculty of heart as well where. as this is a seperate issue. To know about the heart one does not need to read books rather a link is required with the noble court of the Holy Prophet(saw).The connection with the noble Court endows such.

knowledge upon the heart which cannot be acquired by merely reading books . There is a vast universe within the heart which is densly populated. There are large towns .in which our beloveds relatives, friends and acquaintances live. There are houses of those to whom we have never met but have only heard or read about. When some one mentions them to us we say, "Oh! I know them, I,ve read about them". It is interesting to know that the houses of our enemies are also within the heart, they also reside in our heart. The more enemity you have with someone the bigger house he has, and you never forget him, this is a strange habitation. We see a person riding a donkey cart earning his livelihood, a person selling tea, they both have the American president residing in their heart. They discuss Obama, whereas they have never met him,nor can they ever hope to meet him, but he is in their hearts. This is a very huge habitation, it has its own sun, stars, days and nights and evenings. It has its springs and autumns, joys and sorrows, and it is very sensitive to joy and grief. It determines the courses of the entire life. The brain is subservient to the heart. The brain controls the muscle and organs when the heart decides that something is to be done,it commands the brain not the limbs. It is the brain which passes on the command to the limbs. When the heart wants to say something the tongue merely represents it. If the heart is angry at someone the tongue curses him, if pleased the tongue wishes him well. It is not. within the tongue's. power to decide what to say, it

## Khuloos (The spirit to make the right choice)

Translated Speech of His Eminence
**Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan**
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munarah
Dated: April 4th, 2010

Verily in Allah's remembrance hearts find peace (Al.Raad:28) Allah has bestowed His masterpiece creation i.e. human being with a heart. He says. "We have not made two hearts in any person's bosom" (Alahzaab:4). There is only one heart and it is a unique blessing of Allah. We live in a universe, which is a very vast entity that surrounds us. There is a vaster universe, which exists within ourselves, and a more vaster universe, which exists within the hearts alone. The heart is a lump of flesh which in terms of science is a pump which sends forth blood through the body. It is such a strange organ that it starts beating in the mother's womb and keeps on beating till the last breath. And as long as it keeps on beating, a person lives. In health or sickness consciousness or unconsciousness, sleep or awakening, sorrow or joy, this keeps on beating. Its greatness can be estimated from the fact that Allah's message was revealed unto the hearts of the Messengers, where as their minds were also of the highest caliber. Allah says about the Holy prophet (saw) that, "Jibrael brought this message into your heart." The noble personage of the Holy Prophet (saw) is the most superior in the universe. No other human being is like him He is the leader of all the Prophets. Just like the way his (saw) personality is unique, each and every part of his body is unique. Each and every hair, every drop of his blood is unique. His (saw) noble brain is also unique, no other brain of this caliber has been created by Allah. Despite this fact it was the noble heart of the Prophet (saw) which received the divine address, as it is the heart, which has this power.

I have heard scholars saying on the television that "qalb" refers to the brain, and they are very learned scholars not only Pakistani but even foreigners. It is strange that they claim that qalb is the mind when we know that the brain is not in the bosom.The Quran says, "We have not made two hearts in any bosom." The brain is in the skull. Human temperament is strange, it concocts ideas for satisfying itself. The knowledge of religion is a great blessing of Allah and the scholars are very fortunate people. They who have Quran and Hadith inscribed on their hearts, they who have the do's and don'ts written on their hearts are indeed fortunate people and are worthy of respect. However there is a danger attached with religious knowledge All kinds of knowledge have a risk attached to them.A scientist thinks that there is no other scientist like him.A writer believes that no one else

thing is my Nafs (ego).'

When did Qazi Ji rua become a follower of Hazrat Ji rua? There is some controversy regarding the exact date but it is agreed that this took place just a little before the birth of Pakistan. According to Haji Muhammad Khan, who was a fellow companion of Qazi Ji rua for Hajj in 1944, he had not by then met Hazrat Ji rua. They met sometime before Partition in1947. This can be confirmed by a conversation of Hazrat Ji rua recorded in 1978 in which he stated, 'At Hazrat Sahib rua (Hazrat Sultan ul Arifeen rua) I presented Qazi Ji. I also presented two other Sathis (followers)... this happened right at the beginning, during Partition.' Hazrat Ji rua was conferred the office of 'Sahib-e Majaz' in 1945 and two years later Qazi Ji rua had the honour of becoming his first student. Hazrat Ji rua's next devotee, Haji Mohammad Khan of Dhulli joined the Silsilah in 1950, so the contention that Qazi Ji's meeting with Hazrat Ji rua took place in 1952 is incorrect.

Haji Muhammad Khan

The background of Haji Muhammad Khan's first meeting with Hazrat Ji rua is quite similar to that of Qazi Ji rua.

Hazrat Ji rua was requested to judge a law suit in accordance with the precepts of Shari'ah, in Dhulli, a small town on the Tala Gang-Mianwali Road. Haji Muhammad Khan was one of the noted persons of this town and he not only acted as Hazrat Ji rua's advisor during the trial, he also had the honour of playing host to Hazrat Ji rua for three day.The manner in which Hazrat Ji rua resolved the complicated Shari'ah related issues, and passed judgment, deeply impressed Haji Muhammad Khan and when Hazrat Ji rua was about to leave, he requested him: 'Maulvi Sahib, you are an experienced and widely travelled person. Could you suggest some way for Tazkiyah Nafs (soul purification)? Please inform me of a person who can do my Tazkiyah.'

Hazrat Ji rua gave him the same answer that he had given Qazi Ji rua: 'I will become that person. I will write to you after I get back. Just follow my instructions.'

After a month, he received Hazrat Ji rua's letter in which he was told to reach Dhok Laiti, Qazi Sana Ullah's village, where Hazrat Ji rua was going to build a Masjid. After the Masjid was completed, Haji Sahib stayed with Hazrat Ji rua for a week in Laiti. Then, during the school break Hazrat Ji rua invited him to come to Chakrala for two weeks where he was fortunate to gain Hazrat Ji rua's company for Zikr twice a day. Hazrat Ji rua was very affectionate towards Haji Muhammad Khan. Once, when he heard that Haji Sahib was not well, he went to Dhulli to inquire about his health. On arriving there he found that Haji Sahib had recovered and due to some work had gone out of Dhulli for a few days. Since it was already evening and not possible to return back to Chakrala, Hazrat Ji rua was constrained to spend the night in Dhulli.

It was summer season and as is the local custom, Hazrat Ji rua's bed was laid out on the roof top. .

**To be continued**

..

and responsibilities of the Internal Order.

Once, Hazrat Ji-rua was instructing Hazrat Ameer ul Mukarram-mza about some official responsibilities of the Silsilah, when Qazi Ji rua was also seated nearby, meditating. Hazrat Ji rua turned to Qazi Ji rua and asked him, 'Qazi Ji should we not confer some of these official functions on you?' Qazi Ji rua replied, 'Only a camels can lift a camel's loads, please don't place that load on a chicken.'

Quite often, the spiritual observations of Qazi Ji rua were affected by his own spiritual states. Once Hazrat Ji rua pointed to a mound of mud and brought it to Qazi Ji rua's attention. Qazi Ji rua looked at it and said, 'Hazrat, there is such brightness here that it must be the grave of a special Wali Allah'.

Hazrat Ji rua replied, 'Qazi Ji there is nothing there. You see the brilliance there due to your own Tawajjuh.'

Sometimes, while instructing the Ahbab, Qazi Ji rua would do something which would not be in keeping with the situation. Once Major Ghulam Muhammad sat with Qazi Ji rua for Zikr and Qazi Ji rua took him along spiritually to stations for which he was not yet qualified. A greater effort on his part was still required to be expended on the lower stations that he was in, with the result that a cycle of trials and afflictions commenced and he faced various problems, one of which was his demotion.

At another occasion, the same gentleman was camped out with his unit in Baluchistan. During his leave he happened to meet Qazi Ji rua and mentioned that the area where he was camped was infested by snakes and asked him for a 'Wazifah' (to keep the snakes away). On commencing the 'Wazifah', he found the next day that the trench around his tent was full of snakes, scorpions and other poisonous insects. When this state of affairs continued he gave up reciting the Wazifah. After some time when he presented himself before Hazrat Ji rua, he mentioned what had transpired. Hazrat Ji rua smiled and said, 'You are simple and so is Qazi Ji rua. The Wazifah he told you brought about the situation of the Ark of Hazrat Nooh as. It had the effect of collecting dangerous animals and insects together, without them harming anyone or each other. There is a promise in this (Wazifah) that these dangerous reptiles will not be harmed. Now after they come to you expecting your protection, you kill them! If you ask Qazi Ji rua for Wazifas this is what you will get!' Then Hazrat Ji rua himself gave a Wazifah and it is almost 25 years to date that no snake has ever come near Major Ghulam Muhammad.

Once in a state of meditation Qazi Ji rua was at the station of Sair e K'abah, when he was heard speaking to Allah swt: 'I swear and say that my Allah I am satisfied with You. You have been most Gracious to me,. You have given me a long life and the good fortune to take Your Name and remember You. I have just one request. In the same way as I am satisfied with You, You too become satisfied with me.' Then he continued......I also swear that in this entire universe that You have created, the worst....

## Hayat-e-Javidan **Chapter 17**

# (Translation)A Life Eternal

### THE FIRST BRICK

Despite his fears, there was no lessening in Qazi Ji rua's efforts.

Although Qazi Ji rua practiced great austerity in his life, however, for Ahbab's visits his generous hospitality was worth noting. On many occasions the author and his family paid visits to his home and enjoyed his hospitality while seated beside a smoking hearth. What a feast it would be! Freshly baked bread straight from the 'Tandoor' (clay oven), goat's milk and brown sugar! Once there was not enough milk in the house so he called out to his granddaughter or great granddaughter, who was herding his goats nearby; she took a utensil from Qazi Ji rua , milked a goat and the tea was prepared with this fresh milk.While acknowledging and keeping aside all aspects of Qazi Ji rua's greatness, there could be no greater compliment for Qazi Ji rua than Hazrat Ji rua's words which he repeated on many occasions: 'If Allah Kareem questions me on the Day of Judgment, what I have brought with me, I shall present Qazi Ji rua to Him.'

Once during Hazrat Ji rua's assembly, Qazi Ji rua was lost in his Maraqabat and Hazrat Ameer ul Mukarram-mza was also present on the occasion. Hazrat Ji rua asked Hazrat Ameer ul Mukarram-mza,replied, 'Qazi Ji rua, clutching his can, is proceeding towards his destination: he does not get distracted.... from his lessons. He is an example of the 'People of 'Quroon-e Oola.' Hazrat Ji rua replied, 'If you put all the Jam'aat on one side and Qazi Ji rua on the other, the balance will incline in his favour.'

Qazi Ji rua has the honor of occupying the position of the First Brick in the current revival of the Silsilah. Hazrat Ji rua visited him many times in Laiti and sometimes even stayed there. He also had a small Masjid constructed away from the village for doing Zikr. Despite Qazi Ji rua's very high stations awarded by Allah swt, Hazrat Ji-rua did not place any responsibilities on him for the propagation of the Silsilah nor did he make him a Sahib-e Majaz. The reason was that most of the time Qazi Ji rua remained in a state of deep absorption, whereas to impart spiritual knowledge, one must be able to transfer spiritual states to others.

Regarding Qazi Ji rua's state of deep absorption, Hazrat Ji rua stated, 'If this person had been educated, he would have been my companion. He remains submerged in the Sublime Lights, keeps advancing to (spiritual) stations but is not suitable for an office'. For this reason those Aulia Allah who remain in the meditative state are not entrusted with (spiritual) education of Allah's creation, and despite their high stations are not granted spiritual offices, which are in fact, the different ranks .

عَنْ عَبْدِاللّٰہ بْنِ شَفِيْق قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اٰدَمِيّ
اِلّاوَلِقَلْبِہٖ بَيْتَان فِىْ اَحَدِ ھِمَا الْمَلَكُ وَ فِى الْاٰخَرِ الشَّيْطَانُ فَاِذَاذَكَرَاللّٰہَ خَنَّسَ
وَاِذَالَمْ يَذْكُرِ اللّٰہَ وَضَعَ الشَّيْطَانُ مِنْقَارَہٗ فِىْ قَلْبِہٖ فَوَسْوَسَہٗ لَہٗ. (ابن ابی شیبہ)

Narrated by Hazrat Abdullah bin Shafiq (rau) the Prophet (saw) said that the qalb (subtle heart) of everyone has an angel appointed upon one part and the satan on the other part is sitting ready to attack. When a person engages in Zikr Allah the satan goes in hiding. When he discontinues Zikr Allah the satan puts his trunk into the qalb and injects all sorts of whispers in it

The aim is to teach and learn about our "deen" and to talk about Allah and His Rasool's words as it adds illumination and brightness to aitkaf.

**Hazrat Sheikh ul Mukaram**
**Ameer Muhammad Akram Awan MZA**

August 2012
Ramzan ul Mubarik / Shawal 1433h

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
[illegible] COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

## www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاون لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255